مقدمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الحمدللہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین

اللہ کے نام سے میں اس کتاب کا آغاز کرتا ہوں اور صرف اسی سے اچھے بدلے کی امید رکھتا ہوں۔

اما بعد!

یہ ایک ایسی کتاب ہے جس کی اشاعت کا پہلے کوئی ارادہ نہ تھا۔ یہ اصل میں ایک باب ہے اس کتاب کا جو میں نے جامعہ مصر کے لیے تصوف کے ادب اور اخلاق پر اثرات کے موضوع پر پیش کی تھی۔ اس مطالعے کی جانچ ایک کمیٹی نے کی، جس میں ڈاکٹر منصور فہمی، استاد مصطفی عبدالرزاق، اور ڈاکٹر عبدالوہاب جیسے عزام شامل تھے۔ اس کمیٹی نے یہ رائے دی کہ نعتیہ شاعری سے متعلق باب اصل کتاب سے کچھ حد تک علیحدہ صورت میں شائع ہونا چاہیے۔ یہ تجویز میرے لیے ایک خوشگوار موقع ثابت ہوئی کیونکہ میں محسوس کرتا تھا کہ عربی ادب میں نعتیہ شاعری خاص طور پر ایک الگ کتاب کی صورت میں پیش کیے جانے کے قابل ہے۔

یہ بات قارئین سے صاف طور پر کہنا بہتر ہے کہ یہ مضامین اصل کتاب سے بعینہٖ نقل کیے گئے ہیں۔ ان میں نہ کچھ حذف کیا گیا ہے اور نہ ہی کچھ اضافہ کیا گیا ہے، کیونکہ میں نے یہ مضامین اس وقت مطبعہ کو دیے جب میرے دن بھر مصروفیات سے بھرے ہوئے تھے۔ مزید یہ کہ میں نے یہ بہتر سمجھا کہ یہ مضامین ویسے ہی شائع ہوں جیسے دل سے نکلے ہیں، تاکہ انہیں کسی بناوٹی خوبصورتی یا مصنوعی آرائش سے خراب نہ کیا جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ میں کبھی بھی ایک تحقیق کو دوبارہ نہیں لکھ سکتا، کیونکہ میری تحریر عقل اور دل کی تحریک سے جنم لیتی ہے۔ میں نے بارہا اپنی شخصیت کا جائزہ لیا اور ہمیشہ یہی پایا کہ پہلا وار سب سے مؤثر ہوتا ہے، جبکہ بار بار نکھارنے اور سنوارنے کو میں ایک طرح کی زینت سمجھتا ہوں جو میری فطری طبیعت کو ہرگز راس نہیں آتی، جو جوش اور جستجو پر مبنی ہے۔

میں اعتراف کرتا ہوں کہ اس کتاب کو قارئین کے سامنے پیش کرتے ہوئے مجھے کامیابی کی سرشاری نے اپنے حصار میں لے رکھا ہے، کیونکہ میں نے کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ زمانہ میرے ساتھ ایسا انصاف کرے گا۔ یہ سعادت مجھے حاصل ہو کہ میں عربی ادب میں نعتیہ شاعری کی خصوصیات کو سب سے پہلے مرتب کروں، حالانکہ یہ ایک ایسا موضوع تھا جس کی حدود و قیود کو بہت پہلے متعین کیا جانا چاہیے تھا۔

مجھے ان مضامین کی تحریر پر میرا صلہ پہلے ہی مل چکا ہے۔ میں جب تک زندہ رہوں گا، ڈاکٹر منصور فہمی، استاد مصطفی عبدالرزاق، اور ڈاکٹر عبدالوہاب عزام کی وہ خالص دعائیں اور محبت بھری مبارکبادیں نہیں بھولوں گا۔ اس سے بھی پہلے، مجھے اس تحقیق کے موضوع سے جو انسیت محسوس ہوئی، وہی میرے لیے سب سے بڑا انعام تھا۔ اور اس انسیت سے بڑھ کر کیا ہو سکتا ہے کہ انسان اپنی روح کو ان روحانی انوار میں مصروف کر لے، جو نبی کریم ﷺ نے کائنات کے گوشے گوشے میں پھیلائے؟

زبردست روح، وہ روح جس کے معاصرین نے اسے شاعر، جادوگر اور دیوانہ قرار دیا، درحقیقت ایک ابدی شعلہ ہے جو زمین و آسمان کے باقی رہنے تک عقلوں اور دلوں کو اپنی گرفت میں لیے رکھے گا۔ ایک ایسا وقت آئے گا جب لوگ حضرت محمد بن عبداللہ ﷺ کی تاریخی حیثیت پر شک کریں گے۔ کچھ کہیں گے کہ اس عظیم ہستی کی صفات اس قدر طاقتور اور غیر معمولی ہیں کہ دنیا میں ان جیسی کوئی مثال ہونا ممکن ہی نہیں۔ اور وہ یہ بھی کہیں گے کہ وہ محض ایک علامت تھے، جس کے ذریعے لوگوں کو یہ دکھایا گیا کہ اخلاق کے اعلیٰ درجات کیا ہو سکتے ہیں۔

ہاں، قسم بخدا، وہ یہی کہیں گے۔ تو کیوں نہ ہم خود پہلے یہ بات کہہ دیں، لیکن اس اعتراف کے ساتھ کہ یہ ہستی واقعی اس دنیا میں آئی اور اس وجود کا حصہ رہی۔ اور اس میں بھلا کیا تعجب ہے کہ اللہ ایسے انسانوں کو پیدا کرے جو روحانی عظمت کی نمائندگی کریں اور ہمیشہ کے لیے مثال بن جائیں؟

نبی کریم محمد ﷺ کا نصیب تمام رسولوں اور انبیاء میں سب سے زیادہ بھرپور رہا۔ ہر نبی کے گرد کہانیاں گھڑ لی گئیں، اور ان کی صفات کو زیادہ تر خیالی رنگوں میں پیش کیا گیا۔ مگر ہمارے پیارے نبی محمد ﷺ کی دائمی دلیل قرآن ہے، جو ایک ایسی کتاب ہے جس میں اس رسول کے وصال کے بعد ایک سطر کا بھی اضافہ نہیں ہوا۔ یہ ان تاریخی دستاویزات میں سے ہے جن کی کوئی مثال شاذ ہی ملتی ہے۔

یہ بات ہم کس سے کہہ رہے ہیں؟

کیا آپ سمجھتے ہیں کہ ہم اس عظیم کتاب کا دفاع کر رہے ہیں؟

آخر وہ کون ہیں جو اس کتاب کے دشمن ہو سکتے ہیں؟

کیا ملحد صرف وہی نہیں جو کم عقل اور مدہوش ہیں، جنہوں نے گمراہی کو ایسی نقاب سمجھ لیا ہے جو نادانی اور جہالت کو چھپا سکتی ہے؟

یہ بھی عجیب بات ہے کہ قرآن کے دشمنوں میں ایسے لوگ بھی ہیں جو ابونواس کے شعر سے متاثر ہیں اور اسے یونان کے بڑے شعراء کے برابر سمجھتے ہیں۔

ابونواس کا تمام کلام بھی ایک ایسی آیت کے سامنے کہاں ٹھہرتا ہے جو ہر زمانے میں فصاحت کی معجزہ بنی رہے گی؟

مجھے قسم بخدا، سمجھ نہیں آتا کہ ایسے بے معنی خیالات رکھنے والے لوگ عقل رکھتے بھی ہیں یا نہیں، سوائے اس کے کہ حماقت اس پست زمانے میں برتری کی علامت بن گئی ہو!

قرآن کے دشمن اس سے دشمنی کسی عقل کی بنیاد پر نہیں کرتے، اور بھلا وہ کیسے عقل رکھتے ہوں گے جو چمکتے ہوئے چاند یا مضبوط پہاڑ سے دشمنی کریں؟ یہ تو صرف دیوانے اور بزدل لوگوں کی خواہشات ہیں، جو یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ اسلام کے لیے اب نہ کوئی قبیلہ اوس باقی رہا اور نہ خزرج، اور یہ کہ وادی اب غضبناک شیروں سے خالی ہو چکی ہے۔ افسوس! کیسا برا گمان رکھتے ہیں۔

اس کے باوجود، ملحد بھی ان لوگوں کے ساتھ مٹ جائیں گے جو فنا ہو گئے۔ اگر ان کی کوئی یاد باقی بھی رہی تو وہ شیطان کی کسی شکل کی مانند ہوگی۔ اگر وہ یہ بہانہ کریں کہ شہرت ایک بڑا انعام ہے، تو انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ شیطان ان سے کہیں زیادہ مشہور رہے گا، چاہے وہ اپنی تمام عمر جھوٹ اور گمراہی کی خدمت میں گزار دیں۔

بیوقوف لوگ یہ کہیں گے کہ اس بات کا کیا تعلق نعتیہ شاعری کے مقدمے سے؟ اور ہم جواب دیں گے کہ ہم اس وقت کے حالات کی تصویر کشی کر رہے ہیں۔ ہم نے دشمن نہیں پیدا کیے جن سے ہم لڑیں، بلکہ ہم ایسے دشمنوں سے جنگ کر رہے ہیں جو ہمارے سامنے ہیں۔ اور اللہ کی قسم، وہ اتنے حقیر ہیں کہ ان پر تنقید یا ملامت کی ضرورت نہیں ہے۔ مگر ان کی حقارت یہ نہیں روک سکتی کہ ایمان والے ان کی سینوں میں کڑوی باتوں کا اثر ڈالیں، کیونکہ پہلے بھی شیطان لعین کو مومنوں کی زبانوں سے لعنت کی گئی تھی۔

اور کیا چیز ہے جو جھوٹ اور بہتان کے خلاف جنگ میں رکاوٹ ڈالتی ہے؟

یہ ٹالنا کہ ہم برے لوگوں کا دفاع نہ کریں، دراصل بزدلی کی ایک شکل ہے، اور اس کی بدولت ہی ظلم و فساد بڑھا ہے اور برے لوگ اپنے حامی اور جماعتیں بنا چکے ہیں۔

مصر جیسے عجیب و غریب ملک میں یہ عجیب بات ہے کہ یہاں لوگوں کا درد ماضی کی عمارتوں پر ہے، لیکن حقیقتوں کے لیے غصہ اور غیرت ختم ہو چکی ہے۔ اگر کرنک کے کسی پتھر کا چھیننا ہو جائے تو وہ ایک قومی سانحہ بن جائے گا، اور اس پر رونا اور چیخنا ایک ایسا عمل بن جائے گا جس کے لیے انعام دیا جائے گا۔

لیکن ایمان کو ہلانا یہاں اتنا خطرناک نہیں سمجھا جاتا جتنا کہ ایک تاریخی پتھر کا گرنا، کیونکہ آثار قدیمہ کا تحفظ ایک جدید رسم ہے جو یورپیوں اور امریکیوں کے لیے جانا پہچانا ہے، جبکہ عقائد کا تحفظ ایک قدیم سنت ہے جسے وقت نے فراموش کر دیا ہے۔

میں یہ بات مذہبی تعصب کی بنیاد پر نہیں کہہ رہا، بلکہ یہ ایک ادبی حقیقت ہے جس کا ذائقہ ہر حساس فرد کو محسوس ہوتا ہے۔ ثقافت صرف یہ نہیں کہ ہم مشرق و مغرب کی اوہام کو جانیں، بلکہ ثقافت یہ ہے کہ ہم وہ سچائیاں جانیں جو جاننا ضروری ہے۔ اب وقت آ گیا ہے کہ غافل لوگ یہ سمجھیں کہ وہ قوم جو اپنے بچوں کو قرآن سکھاتی ہے، وہ اُس قوم سے بہتر ہے جو اپنے بچوں کو لافونٹین کی کہانیاں سکھاتی ہے۔

میں یہ بات اکیلا نہیں کہہ رہا، بلکہ بہت سے لوگ یہ جانتے ہیں، اور وہ اسے ظاہر کرنے سے صرف اس خوف سے باز رہتے ہیں کہ انہیں تعصب اور رجعت پسندی کا الزام نہ لگے، حالانکہ میں اس الزام کو کوئی اہمیت نہیں دیتا، کیونکہ شیطان کا گروہ اتنا کمزور ہے کہ اسے کسی حساب میں نہیں لایا جا سکتا۔

میرے غیر مسلم قارئین کو یہ بات ہرگز تکلیف نہیں پہنچائے گی، کیونکہ قرآن صرف مسلمانوں کا نہیں ہے، بلکہ یہ پوری انسانیت

کا ہے، جیسے کہ تورات اور انجیل بھی انسانیت کی میراث ہیں۔ کیا شریعتیں صرف وہ وسائل نہیں تھیں جن سے انسان اپنے ذہن، دل اور ذوق کی پیاس بجھانے کے لیے رجوع کرتا تھا؟

اب ہم کتاب کے موضوع کی طرف واپس آتے ہیں اور کہتے ہیں: نعتیہ شاعری ابتدا میں ایسی مدائح کی ایک نوع تھی جو جاہلیت کے طریقوں پر مبنی تھیں، اور ہم نے اس کو کتاب کے پہلے باب میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔ ہم نے دالیہ الأعشی، لامیہ کعب اور قصائد حسان کا تذکرہ کیا، پھر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی خطبوں میں آنے والی مدائح پر بات کی، اور وضاحت کی کہ اہل بیت کی مدح کس طرح شروع ہوئی اور یہ فن کس طرح اسلامی ماحول میں نشوونما پایا۔

پھر ہم نے کمیت کو تفصیل سے زیر مطالعہ لایا، جو ایک عظیم شاعر تھا، جس نے شیعوں کے لئے نئے نظریات پیش کیے اور انہیں جدلیات اور مباحثہ کے طریقے سکھائے۔ اس کے بعد ہم نے دعبل کا ذکر کیا، جو ایک تلخ زبان شاعر تھا، لیکن اس کے حوالے سے ایک مختصر لیکن منفرد تاثر باقی ہے جس کی نظیر کم ہی ملتی ہے۔ ہم نے اس کے بعد شریف الرضی کی قصائد کا تجزیہ کیا، جو کربلا کے شہیدوں کے لیے لکھے گئے، اور مہیار کی قصائد پر بھی بات کی جو اہل بیت سے متعلق ہیں، تاکہ قارئین کو روحانی تحریکوں کی مختلف اقسام سے آگاہی ملے، جن پر کم ہی محققین نے توجہ دی ہے۔

جب ہم بوصیری تک پہنچے تو ہم نے اس کے آثار پر طویل توقف کیا، اور قارئین کو اس کے جادو اور فتنوں کے بارے میں بتایا۔ پھر ہم نے عربی زبان میں قصیدہ بردہ شریف کے اثرات پر گفتگو کی اور قارئین کو یہ دکھایا کہ کس طرح نعتیہ شاعری ایک اعلیٰ ادبی فن میں تبدیل ہوئی، جو بدیعیات کہلاتا ہے، اور اس نے لوگوں میں ادبی ثقافت کے مختلف رنگ پھیلائے۔ اس نے ہمیں ابن حجۃ الحموی کے مشہور ادب کی طرف بھی پہنچایا، جو مصر اور شام کے ادب کا علمبردار تھا اور آٹھویں صدی میں اس نے یہ ادب لوگوں میں عام کیا۔

پھر ہم نے ابن نباتہ المصری کی نعتیہ شاعری پر گفتگو کی اور کتاب کا اختتام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کی کہانی سے کیا۔

یہ تھا کتاب کا موضوع جسے ہم قارئین کے سامنے خوشی اور مسرت کے ساتھ پیش کرتے ہیں، اور الحمدللہ اس میں ایسا کچھ نہیں ہے جس پر ہمیں معذرت کرنی پڑے، سوائے اختصار کے، اور یہ معذرت قارئین بخوشی قبول کر لیتے ہیں جب وہ یہ یاد رکھتے ہیں کہ یہ اصل میں کتاب کا ایک باب تھا۔ ہم نے اس کتاب کو مکمل طور پر بیان کرنے کی کوشش نہیں کی، بلکہ ہم نے صرف بڑے شعراء کے آثار پر بات کی، اور اگر ہم اس فن کے تمام پہلوؤں پر بات کرنا چاہتے تو ہمیں ایسے لوگوں کا ذکر بھی کرنا پڑتا جو ادبی ذوق میں کچھ کم تھے۔

اللہ سے دعا ہے کہ وہ اس تحقیق کو قبول کرے، کیونکہ جب ہم نے اسے شروع کیا، تو ہمارا مقصد صرف اللہ پاک کی رضا تھا۔

محمد زکی عبدالسلام مبارک

پہلی فصل:

مدائح نبویۃ

- مدح اور رثاء میں فرق
- اعشیٰ کا دالیہ قصیدہ
- کعب بن زہیر کا لامیہ قصیدہ
- حسان کی مدائح
- علی بن ابی طالب کی مدائح
- فرزدق کا میمیہ قصیدہ
- اہل بیت کی مدح
- مدائح نبویہ کے آغاز میں نسیب۔

❀❀❀

(1) مدائح نبویۃ

مدائح نبویہ شاعری کے ان فنون میں سے ہے جنہیں تصوف نے پھیلایا ہے۔ یہ مذہبی جذبات کے اظہار کا ایک رنگ اور انداز ہے اور ایک اعلیٰ درجے کا ادب بھی ہے، کیونکہ یہ صرف سچائی اور اخلاص سے بھرے دلوں سے ہی نکلتی ہے۔ زیادہ تر مدائح نبویۃ رسول ﷺ کی وفات کے بعد کہی گئیں۔

عام طور پر وفات کے بعد کہے گئے کلام کو" مرثیہ" کہا جاتا ہے، لیکن رسول ﷺ کے بارے میں کہا گیا کلام" مدح" کہلاتا ہے،

گویا وہ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ رسول ﷺ کی زندگی جاری ہے اور وہ انہیں ایسے مخاطب کرتے ہیں جیسے وہ زندہ ہوں۔ یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ مردے کی تعریف کو مرثیہ نہیں کہا جاتا، جب تک کہ وہ موت کے فوراً بعد نہ کہی گئی ہو۔

اس لیے ہم دیکھتے ہیں کہ شعراء کہتے ہیں: ''حسان نے نبی ﷺ کا مرثیہ کہا''، تا کہ ان دو مختلف صورتوں میں فرق کیا جاسکے،

ایک وہ جو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں کہی گئی۔

اور دوسری وہ جو ان کی وفات کے بعد کہی گئی۔

اس کے برعکس اگر کوئی شاعر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد پیدا ہوا ہو تو اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں کلام مدح کہلاتا ہے، نہ کہ مرثیہ، کیونکہ یہاں ان دو صورتوں میں فرق کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

مرثیہ کا مقصد غم اور درد کا اظہار ہے، جبکہ مدائح نبویہ کا مقصد اللہ کے قریب ہونا ہے، دین کی خوبیاں بیان کرنا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفات کی تعریف کرنا ہے۔

(2) قدیم یا جدید زمانے میں کسی نے بھی اس فن کی تاریخ کو عربی زبان میں محفوظ نہیں کیا، کیونکہ اس فن کو کمال پر پہنچانے والے اکثر معروف شاعر نہیں تھے۔ یہ فن تاریخ میں واضح طور پر نہیں ملا اور نہ ہی یہ فنون جیسے مرثیہ، وصف اور نسیب کی طرح شاعری کے معروف اصناف میں شامل ہوا۔ بلکہ یہ ایک فن ہے جو صوفیانہ ماحول میں پیدا ہوا اور اس پر صوفیانہ حلقوں کے سوا کسی نے خاص توجہ نہیں دی، اگرچہ یہ قابلِ مطالعہ ہے، کیونکہ اس میں کچھ خوبصورت قصائد اور اشعار ہیں۔ اس میں مدح کے مقابلے میں منفرد خصوصیات ہیں اور اس کے شاعروں کی دینی اور ادبی مقاصد بھی قابلِ مطالعہ ہیں، اور یہ اس بات کا مستحق ہے کہ اسے گمنامی سے نکالا جائے۔

ہم اس کتاب میں اس فن کی تاریخ کو اس کے آغاز سے لے کر آج تک بیان کرنے کی کوشش کریں گے اور ان اہم شخصیات کا ذکر بھی کریں گے جنہوں نے عربی زبان کی تاریخ میں اس کے جھنڈے بلند کیے۔ ہم ان قصائد کا تجزیہ بھی کریں گے جو عوامی حلقوں میں اثرانداز ہوئے اور اس فن میں استعمال ہونے والے الفاظ، تعبیرات اور اصطلاحات کو واضح کریں گے۔ ہمارا دعویٰ نہیں کہ ہم اس فن سے متعلق تمام پہلوؤں کا احاطہ کر سکیں گے، کیونکہ اس کے لیے کئی جلدیں درکار ہیں، لیکن ہم قاری کو یہ احساس دلانے کی کوشش کریں گے کہ ہم نے ایک غیر معروف فن کو اجاگر کیا ہے جس پر ادب کی تاریخ میں تحقیق کرنے والوں کو توجہ دینی چاہیے تھی۔ لیکن انہوں نے اس فن کو چھوڑ دیا، جیسے دینی بلاغت کو چھوڑا، حالانکہ مجموعی طور پر یہ بعض موضوعات جیسے ابن المعتز کے تشبیہات، بحتری کی مدائح اور ابو نواس کی خمریات سے بہتر ہے۔

(3) رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح میں کہی جانے والی قدیم ترین قصائد میں سے ایک اعشیٰ کی قصیدہ ہے جس کا آغاز اس شعر سے ہوتا ہے:

أَلَمْ تَغْتَمِضْ عَيْنَاكَ لَيْلَةً أَرْمَدَا	وَعَادَكَ مَا عَادَ السَّلِيمَ الْمُسَهَّدَا
وَمَا ذَاكَ مِنْ عِشْقِ النِّسَاءِ وَإِنَّمَا	تَنَاسَيْتَ قَبْلَ الْيَوْمِ خُلَّةَ مَهْدَدَا
وَلَكِنْ أَرَى الدَّهْرَ الَّذِي هُوَ خَائِنٌ	إِذَا أَصْلَحَتْ كَفَّاهُ عَادَ فَأَفْسَدَا
كهولًا وَشُبَّانًا فَقَدْتُ وَثَرْوَةً	فَلِلَّهِ هَذَا الدَّهْرُ كَيْفَ تَرَدَّدَا
وَمَا زِلْتُ أَبْغِي الْمَالَ مُذْ أَنَا يَافِعٌ	وَلِيدًا وَكَهْلًا حِينَ شِبْتُ وَأَمْرَدَا

ترجمہ:

کیا تمہاری آنکھیں کسی بیماری کی رات کو بند نہیں ہوئیں؟ اور تمہیں وہی حالت لاحق ہوگئی جو ایک بیمار جاگنے والے کو ہوتی ہے۔

یہ عورتوں کی محبت کا نتیجہ نہیں، بلکہ تم نے آج سے پہلے ہی اپنے دوستوں کو بھلا دیا تھا۔
مگر میں دیکھتا ہوں کہ زمانہ، جو دھوکہ دینے والا ہے،
جب کوئی چیز درست کرتا ہے تو پھر اسے بگاڑ بھی دیتا ہے۔
میں نے بوڑھوں، نوجوانوں اور دولت کو کھو دیا،
اللہ ہی جانے یہ زمانہ کیسا ہے جو بار بار پلٹتا ہے۔
میرا بچپن سے لے کر جوانی اور بڑھاپے تک
ہمیشہ مال کی تلاش میں رہا ہوں اور کوشش کرتا رہا ہوں۔
اور اس (قصیدے) میں اپنی اونٹنی سے کہتا ہے:

فَآلَيْتُ لَا أَرْثِي لَهَا مِنْ كَلَالَةٍ	وَلَا مِنْ حَفًى حَتَّى تَزُورَ مُحَمَّدًا
نَبِيٌّ يَرَى مَا لَا تَرَوْنَ وَذِكْرُهُ	أَغَارَ لَعَمْرِي فِي الْبِلَادِ وَأَنْجَدَا
لَهُ صَدَقَاتٌ مَا تَغِبُّ وَنَائِلٌ	وَلَيْسَ عَطَاءُ الْيَوْمِ مَانِعَهُ غَدَا
مَتَى مَا تُنَاخِي عِنْدَ بَابِ ابْنِ هَاشِمٍ	تُرَاحِي وَتَلْقَيْ مِنْ فَوَاضِلِهِ نَدَى

ترجمہ:

قسم ہے کہ میں اسے نہ تھکن میں دیکھوں گا نہ خستگی میں،
یہاں تک کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کرلے۔
وہ نبی ہیں جو وہ کچھ دیکھتے ہیں جو تم نہیں دیکھتے،
اور قسم ہے میری عمر کی، ان کا ذکر تمام شہروں اور دیہاتوں میں پھیل چکا ہے۔
ان کے پاس ایسے عطیات ہیں جو کبھی ختم نہیں ہوتے،
اور ان کا انعام واکرام ہے جسے کل کوئی روکنے والا نہیں۔
جب بھی تم ابن ہاشم کے دروازے پر اترو،
تو تمہیں راحت ملے گی اور ان کے فضل وکرم کی بارش پاؤ گی۔

لیکن یہ نعتیہ شاعری میں شمار نہیں ہوتا، یعنی یہ اس صنف میں شامل نہیں ہے جس کا ہم اس کتاب میں مطالعہ کر رہے ہیں، کیونکہ اعشیٰ نے یہ اشعار حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچی نیت سے مدح کرنے کے ارادے سے نہیں کہے تھے، بلکہ یہ ایک کوشش تھی جس

کے ذریعے وہ نبی اسلام کے قریب ہونا چاہتا تھا۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ جب قریش نے اسے روک دیا تو وہ واپس لوٹ گیا، اگر وہ سچا ہوتا تو نہ لوٹتا۔

کہتے ہیں کہ جب قریش کو اس کے ارادے کا پتہ چلا تو انہوں نے اس کا راستہ روک لیا اور پوچھا کہ کہاں جا رہے ہو۔ اس نے جواب دیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جا رہا ہوں تا کہ اسلام قبول کر سکوں۔ قریش نے اسے بتایا کہ اسلام میں زنا، جوا، سود اور شراب حرام ہیں۔ اس پر اس نے کہا کہ زنا نے تو مجھے چھوڑ دیا ہے، میں نے اسے نہیں چھوڑا۔ جوا کے بارے میں اس نے کہا کہ شاید نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کا عوض مل جائے۔ سود کے بارے میں اس نے کہا کہ نہ میں نے کسی کو قرض دیا اور نہ لیا۔ لیکن جب شراب کا ذکر ہوا تو وہ پریشان ہو گیا اور بولا: ''اوہ! مجھے مہراس (شراب کا برتن) میں باقی بچی ہوئی تھوڑی سی شراب کے پاس واپس جانے دو تا کہ میں اسے پی لوں''۔

پھر ابوسفیان نے اس سے کہا: ''کیا تمہاری بھلائی اس میں نہیں جو تم کرنے کا ارادہ رکھتے ہو؟'' اس نے پوچھا: ''کیا ہے وہ؟'' ابوسفیان نے کہا: ''ہم اس وقت جنگ بندی میں ہیں، تو تم سو اونٹ لے کر اپنے وطن واپس لوٹ جاؤ اور اس سال دیکھو کہ ہمارے معاملے کا کیا انجام ہوتا ہے۔ اگر ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر غالب آ جائیں تو تم نے کچھ حاصل کر لیا، اور اگر ہم پر وہ غالب آ جائیں تو تم ان کے پاس جا سکتے ہو''۔ اس نے کہا: ''مجھے اس میں کوئی اعتراض نہیں''۔ چنانچہ ابوسفیان نے قریش کے لوگوں سے سو اونٹ اکٹھے کیے اور اسے دیے۔ وہ اونٹ لے کر اپنے وطن کی طرف روانہ ہوا۔ جب وہ قاعِ منفوحہ مقام پر پہنچا تو کسی دوسرے شخص نے اسے قتل کر دیا۔

یہ قصہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس کا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح صرف ایک کوشش تھی جیسا کہ دیگر شعراء اپنی تعریف کے ذریعے فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ اس کا یہ قصیدہ کسی مضبوط مذہبی جذبے کا اثر نہ تھا کہ اسے نعتیہ کلام میں شامل کیا جائے۔

(4) اسی طرح قصیدہ "بانت سعاد" بھی ہے جو کعب بن زہیر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح میں کہا تھا۔ یہ قصیدہ بھی محض جان بچانے کے لیے کہا گیا تھا۔ اس قصے کا خلاصہ یہ ہے کہ کعب اور اس کا بھائی بجیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جانے کے لیے نکلے، جب وہ "ابرق العزاف" مقام پر پہنچے تو کعب نے بجیر سے کہا: ''تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مل لو، میں یہاں ٹھہرتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ تمہیں کیا جواب ملتا ہے''۔ بجیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچا، ان سے ملا اور اسلام قبول کر لیا۔ یہ خبر جب کعب تک پہنچی تو پھر اس نے کہا:

مَنْ مُبْلِغٌ عَنِّي بُجَيْرًا رِسَالَةً	فَهَلْ لَكَ فِيمَا قُلْتَ بِالْخَيْفِ هَلْ لَكَا
شَرِبْتَ مَعَ الْمَأْمُونِ كَأْسًا رَوِيَّةً	فَأَنْهَلَكَ الْمَأْمُونُ مِنْهَا وَعَلَّكَا
وَخَالَفْتَ أَسْبَابَ الْهُدَى وَاتَّبَعْتَهُ	عَلَى أَيِّ شَيْءٍ وَيْبَ غَيْرِكَ دَلَّكَا
عَلَى خُلُقٍ لَمْ تُلْفِ أُمًّا وَلَا أَبًا	عَلَيْهِ وَلَمْ تُدْرِكْ عَلَيْهِ أَخًا لَكَا
فَإِنْ أَنْتَ لَمْ تَفْعَلْ فَلَسْتُ بِآسِفٍ	وَلَا قَائِلٍ إِمَّا عَثَرْتَ لَعًا لَكَا

ترجمہ:

کون ہے جو میری طرف سے بجیر کو پیغام پہنچائے کہ کیا تمہیں وہ باتیں یاد ہیں جو تم نے خیف (مقام) میں کہی تھیں؟ کیا تمہیں ان کا خیال ہے؟

تم نے مامون کے ساتھ وہ بھرپور جام پیا تھا کہ مامون تو اس سے سیراب ہوا اور تم نے بھی اسے اپنے اندر اتار لیا۔

تم نے ہدایت کے راستے کی مخالفت کی اور اس کے پیچھے چلے، آخر کس بات نے تمہیں اس پر لگایا؟

ایک ایسے اخلاق پر چلے جس پر نہ تمہاری ماں تھی اور نہ تمہارے والد، اور تم نے اس پر اپنی تربیت بھی نہیں پائی۔

تو اگر تم نے یہ نہ کیا تو مجھے تم پر افسوس نہیں ہوگا، اور نہ ہی یہ کہوں گا کہ اگر تم لڑکھڑائے تو تم پر افسوس ہو۔

اور اس (قصیدہ) کو بجیر کے پاس بھیجا، تو اس نے یہ پسند نہیں کیا کہ وہ اس قصیدے کو رسول اللہ ﷺ سے چھپائے۔ پھر اس نے اسے سنایا، پھر بجیر نے کعب سے کہا:

مَنْ مُبْلِغٌ كَعْبًا فَهَلْ لَكَ فِي الَّتِي	تَلُومُ عَلَيْهَا بَاطِلًا وَهِيَ أَحْزَمُ
إِلَى اللهِ - لَا الْعُزَّى وَلَا اللَّاتِ - وَحْدَهُ	فَتَنْجُو إِذَا كَانَ النَّجَاةُ وَتَسْلَمُ
لَدَى يَوْمٍ لَا يَنْجُو وَلَيْسَ بِمُفْلِتٍ	مِنَ النَّاسِ إِلَّا طَاهِرُ الْقَلْبِ مُسْلِمُ
فَدِينُ زُهَيْرٍ وَهُوَ لَا شَيْءَ دِينُهُ	وَدِينُ أَبِي سُلْمَى عَلَيَّ مُحَرَّمُ

ترجمہ: کعب کو یہ پیغام کون پہنچائے گا؟ کیا تم اس چیز میں ہو جس پر تم بے جا الزام لگاتے ہو، حالانکہ وہ سب سے دانشمند ہے۔

اللہ کی طرف رجوع کرو، نہ کہ عزّیٰ اور لات کی طرف، کیونکہ اگر نجات ہے تو صرف اسی میں ہے اور وہی تمہیں بچا سکتا ہے۔

اس دن کوئی بھی نہیں بچے گا، اور نہ ہی کوئی شخص ان میں سے نکل سکے گا، سوائے اس کے جس کا دل پاک ہو اور وہ مسلمان ہو۔

زہیر کا دین تو کچھ بھی نہیں ہے، اور نہ ہی ابو سلمیٰ کا دین میرے لیے جائز ہے۔

جب کعب تک خط پہنچا تو اس پر زمین تنگ ہوگئی اور وہ اپنے انجام سے خوف زدہ ہوگیا۔ اس کے دشمنوں میں جو لوگ اس کے پاس موجود تھے، وہ افواہیں پھیلانے لگے کہ "اب وہ قتل کر دیا جائے گا"۔ جب اسے کوئی اور راستہ نہ سوجھا تو اس نے ایک قصیدہ لکھا جس میں رسول اللہ ﷺ کی تعریف کی۔ پھر وہ نکل کر مدینہ پہنچا اور قبیلہ جہینہ کے ایک شخص کے ہاں ٹھہرا۔ صبح کے وقت وہ شخص اسے رسول اللہ ﷺ کے پاس لے گیا، جہاں انہوں نے صبح کی نماز پڑھی تھی۔ نماز کے بعد اس شخص نے کعب کو رسول اللہ ﷺ کی طرف اشارہ کر کے کہا: "یہ ہیں رسول اللہ ﷺ، ان کے پاس جاؤ اور ان سے امان طلب کرو"۔

کعب نے آگے بڑھ کر رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھتے ہوئے اپنا ہاتھ اُن کے ہاتھ میں دیا۔ رسول اللہ ﷺ کعب کو پہچانتے نہیں تھے، تو اس شخص نے عرض کیا: "یا رسول اللہ، کعب بن زہیر آپ کے پاس توبہ کرنے اور مسلمان ہونے آیا ہے، کیا آپ اس کی توبہ قبول کریں گے اگر میں آپ کے پاس اسے لے آؤں؟" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ہاں"۔ تو کعب نے کہا: "یا

رسول اللہ، میں ہی کعب بن زہیر ہوں'۔ پھر اس نے اپنا قصیدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پیش کیا۔

یہ حالات ہمیں بتاتے ہیں کہ کعب بن زہیر نے اپنا لامیہ قصیدہ (جس قصیدے کے تمام اشعار کا اختتام حرف "لام" پر ہو) کسی مضبوط دینی جذبے کے تحت نہیں کہا تھا، جو اسے روحانیت یا تصوف کی طرف لے جاتا۔ بلکہ یہ ایک عام مدحیہ قصیدہ تھا، جو بندہ اس وقت کہتا ہے جب وہ کسی سے امید رکھتا ہے یا خوف محسوس کرتا ہے۔ اس قصیدے کو نعتیہ قصائد میں شمار نہیں کیا جا سکتا۔

(5) کعب بن زہیر کی "لامیہ" 58 اشعار پر مشتمل ہے۔ یہ ایک مضبوط اور خوبصورت انداز میں لکھی گئی نظم ہے، اگرچہ اس میں روحانی قوت کی کمی ہے۔ یہ قصیدہ جاہلی شاعری کی روایات پر مبنی ہے، اور شاعر نے اسے روایتی انداز میں غزل سے شروع کیا ہے، جسے "نسیب" کہا جاتا ہے۔

(نسیب عربی قصائد میں وہ حصہ ہوتا ہے جس میں شاعر محبوب، یادیں، یا رومانوی جذبات کا ذکر کرتا ہے۔)

بَانَتْ سُعَادُ فَقَلْبِي الْيَوْمَ مَتْبُولُ	مُتَيَّمٌ إِثْرَهَا لَمْ يُفْدَ مَكْبُولُ
وَمَا سُعَادُ غَدَاةَ الْبَيْنِ إِذْ رَحَلُوا	إِلَّا أَغَنُّ غَضِيضُ الطَّرْفِ مَكْحُولُ
هَيْفَاءُ مُقْبِلَةً عَجْزَاءُ مُدْبِرَةً	لَا يُشْتَكَى قِصَرٌ مِنْهَا وَلَا طُولُ
تَجْلُو عَوَارِضَ ذِي ظُلَمٍ إِذَا ابْتَسَمَتْ	كَأَنَّهُ مُنْهَلٌ بِالرَّاحِ مَعْلُولُ
أَكْرِمْ بِهَا خُلَّةً لَوْ أَنَّهَا صَدَقَتْ	مَوْعُودَهَا أَوْ لَوَ انَّ النُّصْحَ مَقْبُولُ
لَكِنَّهَا خُلَّةٌ قَدْ سِيطَ مِنْ دَمِهَا	فَجْعٌ وَوَلْعٌ وَإِخْلَافٌ وَتَبْدِيلُ
فَمَا تَدُومُ عَلَى حَالٍ تَكُونُ بِهَا	كَمَا تَلَوَّنُ فِي أَثْوَابِهَا الْغُولُ
وَلَا تَمَسَّكُ بِالْعَهْدِ الَّذِي زَعَمَتْ	إِلَّا كَمَا يُمْسِكُ الْمَاءَ الْغَرَابِيلُ
فَلَا يَغُرُّنْكَ مَا مَنَّتْ وَمَا وَعَدَتْ	إِنَّ الْأَمَانِيَّ وَالْأَحْلَامَ تَضْلِيلُ
كَانَتْ مَوَاعِيدُ عُرْقُوبٍ لَهَا مَثَلًا	وَمَا مَوَاعِيدُهَا إِلَّا الْأَبَاطِيلُ
أَرْجُو وَآمُلُ أَنْ تَدْنُو مَوَدَّتُهَا	وَمَا إِخَالُ لَدَيْنَا مِنْكِ تَنْوِيلُ
أَمْسَتْ سُعَادُ بِأَرْضٍ لَا يُبَلِّغُهَا	إِلَّا الْعِتَاقُ النَّجِيبَاتُ الْمَرَاسِيلُ

ترجمہ: سعاد جدا ہو گئی ہے، اور میرا دل آج غم سے بوجھل ہے، اس کے پیچھے دیوانہ ہے اور آزاد نہیں ہو سکا۔

جدائی کے دن جب وہ روانہ ہوئی تو سعاد ایسی تھی جیسے نیم باز آنکھوں والی، سیاہ سرمے سے مزین ہو۔

آگے سے دبلی پتلی اور پیچھے سے بھرپور، نہ اس میں کوئی کمی ہے اور نہ ہی لمبائی کی شکایت۔

جب وہ مسکراتی تو ظلمت میں اس کے دانت یوں چمکتے جیسے شراب سے بھرے جام کا جلوہ۔

اس سے بہتر دوست کوئی نہیں، کاش وہ اپنے وعدے سچے کرتی یا نصیحت کو قبول کرتی۔

لیکن وہ ایک ایسی دوست ہے جس کی سرشت میں غم، لگاؤ، بے وفائی اور تبدیلی ہے۔
وہ کسی ایک حالت پر قائم نہیں رہتی، جیسے کوئی بھوت اپنے لباس بدلتا ہے۔
اور وہ عہد کی پابند بھی نہیں، جیسا کہ چھلنی پانی کو روک نہیں سکتی۔
تو جو کچھ وہ امیدیں اور وعدے دیتی ہے، ان سے دھوکا نہ کھاؤ، کیونکہ امیدیں اور خواب سراب ہوتے ہیں۔
اس کے وعدے عرقوب کے وعدوں کی مانند ہیں، جو محض فریب ہیں۔
میں امید کرتا ہوں کہ اس کی محبت قریب آئے، مگر مجھے نہیں لگتا کہ ہمیں اس سے کچھ ملے گا۔
اب سعاد ایسی سرزمین میں ہے جہاں صرف تیز رفتار اور خاص پیغام رساں گھوڑے ہی پہنچ سکتے ہیں۔
یہاں سے شاعر اونٹنی (یا سواری) کا تفصیلی ذکر کرتا ہے، جو کہ طرفہ بن العبد کے قصیدے "دالیہ" کی یاد دلاتا ہے۔ اس طرح، وہ اس عہد کی شعری روایات کی پیروی کرتا ہے۔ پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح میں اشعار کہتا ہے۔

وَقَالَ كُلُّ خَلِيلٍ كُنْتُ آمَلُهُ	لَا أُلْهِيَنَّكَ إِنِّي عَنْكَ مَشْغُولُ
فَقُلْتُ خَلُّوا سَبِيلِي لَا أَبَا لَكُمْ	فَكُلُّ مَا قَدَّرَ الرَّحْمَنُ مَفْعُولُ
كُلُّ ابْنِ أُنْثَى وَإِنْ طَالَتْ سَلَامَتُهُ	يَوْمًا عَلَى آلَةٍ حَدْبَاءَ مَحْمُولُ
أنبئتُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ أَوْعَدَنِي	وَالْعَفْوُ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ مَأْمُولُ
مَهْلًا هَدَاكَ الَّذِي أَعْطَاكَ نَافِلَةَ ال	قرآن فِيهَا مَوَاعِيظٌ وَتَفْصِيلُ
لَا تَأْخُذَنِّي بِأَقْوَالِ الْوُشَاةِ وَلَمْ	أُذْنِبُ وَإِنْ كَثُرَتْ فِي الْأَقَاوِيلُ

ترجمہ: اور ہر دوست جس پر میں نے امید رکھی تھی، کہنے لگا کہ "میں تمہارے لیے فارغ نہیں ہوں، میں تم سے بے نیاز ہوں"۔
تو میں نے کہا: "میرا راستہ چھوڑ دو، تم پر کوئی خیر نہ ہو، کیونکہ جو کچھ رحمان نے مقدر کیا ہے، وہی ہوگا"۔
ہر عورت کا بیٹا، چاہے اس کی سلامتی کتنی ہی دراز کیوں نہ ہو، ایک دن ضرور اونچی کجی والے تختے پر اٹھایا جائے گا (یعنی موت کا سامنا کرے گا)۔
مجھے خبر ملی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے (سزا کا) وعدہ دیا ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معافی کی امید ہے۔
آہستہ کرو، اس نے تمہیں ہدایت دی ہے جس نے تمہیں قرآن کا اضافی تحفہ عطا کیا ہے، جس میں نصیحتیں اور تفصیل ہے۔
مجھے چغلی کھانے والوں کی باتوں پر نہ پکڑو، اور میں نے کوئی گناہ نہیں کیا، چاہے باتیں کرنے والوں کی باتیں بہت زیادہ کیوں نہ ہوں۔
اور وہ کہتا ہے:

إِنَّ الرَّسُولَ لَنُورٌ يُسْتَضَاءُ بِهِ	وَصَارِمٌ مِنْ سُيُوفِ اللهِ مَسْلُولُ

فِي عُصْبَةٍ مِنْ قُرَيْشٍ قَالَ قَائِلُهُمْ	ببطن مَكَّةَ لَمَا أَسْلَمُوا زُولُوا
زَالُوا فَمَا زَالَ أَنْكَاسٌ وَلَا كُشُفٌ	عِنْدَ اللِّقَاءِ وَلَا مِيلٌ مَعَازِيلُ
شُمُّ الْعَرَانِينِ أَبْطَالٌ لَبُوسُهُمُ	مِنْ نَسْجِ دَاوُدَ فِي الْهَيْجَا سَرَابِيلُ
لَا يَفْرَحُونَ إِذَا نَالَتْ رِمَاحُهُمُ	قَوْمًا وَلَيْسُوا مَجَازِيعًا إِذَا نِيلُوا
يَمْشُونَ مَشْيَ الْجِمَالِ الزُّهْرِ يَعْصِمُهُمْ	ضَرْبٌ إِذَا عَرَّدَ السُّودُ التَّنَابِيلُ
لَا يَقَعُ الطَّعْنُ إِلَّا فِي نُحُورِهِمْ	وَمَا لَهُمْ عَنْ حِيَاضِ الْمَوْتِ تَهْلِيلُ

ترجمہ: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک نور ہیں، جن سے روشنی حاصل کی جاتی ہے، اور وہ اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہیں جو باہر نکالی گئی ہے۔

قریش کے ایک گروہ میں، ان کے ایک فرد نے کہا:

''جب وہ (مسلمان) مکہ کے اندر تھے اور اسلام لے آئے، تو انہیں (مکہ سے) نکال دو''۔

وہ (مسلمان) چلے گئے، لیکن وہ نہ تو کمزور تھے اور نہ ہی بزدل، نہ وہ جنگ کے وقت پیچھے ہٹنے والے تھے، اور نہ ہی وہ جنگ میں غیر مسلح تھے''۔

وہ بہادر لوگ ہیں، جو عزت اور شرافت کے ساتھ ہیں، ان کے لباس حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھوں کے بنے ہوئے ہیں، اور میدان جنگ میں وہ شاندار ہوتے ہیں۔

وہ خوش نہیں ہوتے جب ان کی نیزوں سے کسی قوم کو نقصان پہنچتا ہے، اور نہ ہی وہ کسی کو اپنے خونی رشتے کی حفاظت کرتے ہیں جب وہ زخم کھاتے ہیں۔

وہ بہادر ایسے چلتے ہیں جیسے خوبصورت اونٹ، ان کی ضربیں انہیں بچاتی ہیں جب سیاہ گھڑسوار چھوٹے ہوں۔

دشمن کا حملہ صرف ان کی گردنوں پر ہی ہوتا ہے، اور ان کے لیے موت کے حوضوں سے فرار نہیں ہے۔

میں نے اس نظم میں طویل غور وفکر کیا، مگر میں نے اس کے علاوہ کچھ اور نہیں پایا جو میں نے فیصلہ کیا۔ یہ ایک جاہلی نظم ہے جس میں تشکیل کی قوت غالب ہے، لیکن یہ تقریباً دین کی روح سے خالی ہے، اور اس میں کوئی عجیب بات نہیں ہے، کیونکہ کعب بن زہیر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح صرف اس لیے کی کہ وہ موت سے بچ سکے، اور جس کی حالت ایسی ہو، اس سے خلوص اور سچائی کی تعریف کی توقع نہیں کی جاسکتی۔

(6) جو بات ہم اس نظم کے بارے میں کہتے ہیں، وہ کسی قدیم شخص نے نہیں کہی۔ انہوں نے اس نظم کے ساتھ بہت زیادہ دلچسپی دکھائی اور اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح میں کہی جانے والی اہم ترین نظموں میں شمار کیا۔ شاعروں نے اس کا بہت سے حصے لکھے، اس کے اشعار کی تقسیم کی، اور اس کے جواب میں نظمیں لکھیں۔ اس کی تشریح کرنے میں بڑے بڑے لوگوں نے بھی دلچسپی لی۔

جن لوگوں نے اس کا حصہ لکھا، ان میں عبد القادر سعید الرافعی ہیں، اور ان کا پہلا حصہ یہ ہے:

"بَانَتْ سُعَادُ فَقَلْبِي الْيَوْمَ مَتْبُولُ	وَالنَّوْمُ وَالسُّهْدُ مَقْطُوعٌ وَمَوْصُولُ
وَالْجِسْمُ بَعْدَ سُعَادٍ مُدْنَفٌ وَصِبٌ	مُتَيَّمٌ إِثْرَهَا لَمْ يُفْدَ مَكْبُولُ"

ترجمہ: ''سعاد کا چہرہ دور ہو گیا ہے، اور آج میرا دل بے تاب ہے،
نیند اور بیداری کا سلسلہ ٹوٹ گیا ہے۔
سعاد کے بعد میرا جسم بکھر چکا ہے، اور میں اس کے عشق میں ایسا ہوں کہ
کوئی قید نہیں توڑ سکتا''۔

اور ان میں شعبان بن محمد بن داود المصری بھی شامل ہیں، جو 828 ہجری میں وفات پا گئے، اور ان کے تین تخامیس ہیں، جن میں سے دوسرے کا مطلع یہ ہے:

قُلْ لِلْعَوَاذِلِ مَهْمَا شِئْتُمُو قُولُوا	فَلَيْسَ لِي بَعْدَ مَنْ أَهْوَاهُ مَعْقُولُ
نَادَيْتُ يَوْمَ النَّوَى وَالدَّمْعُ مَسْبُولُ	بَانَتْ سُعَادُ. . . . .

ترجمہ: عذل کرنے والوں سے کہو، چاہے تم جو بھی کہو،
میرے دل میں سعاد کے سوا کوئی بات سمجھنے کی نہیں ہے۔
میں نے جدائی کے دن پکارا، جبکہ آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔
سعاد کا چہرہ دور ہو گیا ہے۔۔۔۔۔۔

اور احمد بن محمد الجرجاوی بھی ہیں، جن کا تخمیس کا مطلع یہ ہے:

"قَلْبِي عَلَى حُبِّ مَنْ أَهْوَاهُ مَجْبُولُ	وَنَقْلُ شَوْقِي لَدَى الْعُشَّاقِ مَقْبُولُ"

ترجمہ: "میرا دل اس کی محبت میں ڈوبا ہوا ہے جس سے میں محبت کرتا ہوں،
اور میرے شوق کا ذکر عاشقوں میں قبول کیا جاتا ہے''۔

اور ان میں سے جو اس نظم کی تشریح کرنے والے ہیں، ان میں مسعود بن حسن بکری القنائی شامل ہیں، جن کی تشریح کا نام "**الإسعاد لحل نظم بانت سعاد**" ہے۔

محمد صالح السباعی، جن کی تشریح کا نام "**بلوغ المراد علی بانت سعاد**" ہے،

احمد بن محمد الیمینی، جن کی تشریح کا نام "**الجوهر الوقاد فی شرح بانت سعاد**" ہے،

اور ابن ھشام الانصاری، جن کی تشریح کو ہم نے کئی بار الأزہر میں پڑھتے ہوئے دیکھا ہے،

کیونکہ "**بانت سعاد**" کو لغوی اور نحوی فوائد کے لیے ایک اچھا موضوع بنایا گیا ہے، اور الناصری نے اس تشریح پر اعتماد کیا۔

عطاء اللہ بن احمد نے اس کی تشریح دو بار کی، جن میں سے پہلی کا نام "**حسن السیر بقصیدة کعب بن زهیر**" اور

دوسری کا نام "طریق الرشاد إلی تحقیق بانت سعاد" ہے۔
علی بن سلطان الہروی، جن کی تشریح کا نام "فتح باب الإسعاد فی شرح بانت سعاد" ہے،
محمد حسن الرصفی، جن کی تشریح کا نام "القول المراد من بانت سعاد" ہے،
اور جمال الدین السیوطی، جن کی تشریح کا نام "کنہ المراد فی شرح بانت سعاد" ہے۔
اور ان لوگوں میں سے جنہوں نے اس کی مخالفت کی، ابن نباتہ المصری ہیں، جن کی نظم کا مطلع یہ ہے:

"مَا الطَّرْفُ بَعْدَكُمْ بِالنَّوْمِ مَكْحُولُ	هَذَا وَكَمْ بَيْنَنَا مِنْ رَبْعِكُمْ مِيلُ"

ترجمہ: آپ لوگوں کے بعد آنکھیں سو رہی ہیں،
اور ہمارے درمیان آپ کے مقام کی کتنی دوری ہے۔
ابن سید الناس الیعمری بھی اس کی مخالفت کرنے والوں میں شامل ہیں، اور ان کی نظم کا نام "عُدۃ المعاد فی عروض بانت سعاد" ہے، جس کا مطلع ہے:

"قَلْبِي بِكُمْ يَا أُهَيْلَ الْحَيِّ مَأْهُولُ	وَحَبْلُهُ بِأَمَانِي الْوَصْلِ مَوْصُولُ"

ترجمہ: میرا دل آپ لوگوں کے ساتھ آباد ہے،
اور اس کا رشتہ وصال کی امیدوں سے جڑا ہوا ہے۔
ابو حیان الاندلسی نے بھی اس کی مخالفت کی اور اپنی نظم کا نام "المورد العذب فی معارضۃ قصیدۃ کعب" رکھا، جس کا مطلع ہے:

"لَا تَعْذِلَاهُ فَمَا ذُو الْحُبِّ مَعْذُولُ	الْعَقْلُ مُخْتَبَلٌ وَالْقَلْبُ مَتْبُولُ"

ترجمہ: "اسے چھوڑ مت دو، کیونکہ محبت کرنے والا معذور نہیں ہے،
عقل بگڑ چکی ہے اور دل بے تاب ہے"۔
قاضی محیی الدین بن عبد الظاہر نے بھی اس کی مخالفت کی اور کہا:

"لَقَدْ قَالَ كَعْبٌ فِي النَّبِيِّ قَصِيدَةً	وَقُلْنَا عَسَى فِي مَدْحِهِ نَتَشَارَكُ
فَإِنْ شَمِلَتْنَا بِالْجَوَائِزِ رَحْمَةٌ	كَرَحْمَةِ كَعْبٍ فَهُوَ كَعْبٌ مُبَارَكُ"

ترجمہ: کعب نے نبی کے بارے میں ایک نظم کہی، اور ہم نے کہا کہ شاید ہم بھی اس کی مدح میں شریک ہوں۔
اگر ہمیں بھی اس کی رحمتیں نصیب ہوں جیسی کہ کعب کو ملی ہیں، تو وہ کعب بہت مبارک ہے۔
مسلمانوں نے ہمیشہ قصیدہ کعب کا احترام کیا، یہاں تک کہ ابو جعفر الألبری نے کہا: "مجھے کچھ بزرگوں نے اسکندریہ میں اسناد کے ساتھ بتایا کہ کچھ علماء اپنے مجلس کی ابتدا قصیدہ کعب سے کیا کرتے تھے۔ تو ان سے پوچھا گیا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور عرض کیا: یا رسول اللہ، کیا میں آپ کے سامنے قصیدہ کعب پڑھوں؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، میں اسے پسند کرتا ہوں اور اسے پسند کرنے والوں کو بھی۔ تو میں نے اللہ سے عہد کیا کہ میں ہر روز اس

کی تلاوت کروں گا''۔

حضرت ابوجعفر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس وقت سے شعراء اس قصیدے کی مثال پر شعر لکھتے رہے ہیں اور اس کے اقوال کی پیروی کرتے رہے ہیں، اس کی برکت کے لیے جس نے اس کے سامنے پڑھا اور اس کی مدح کا ذکر کیا۔

مستشرقین نے بھی اس پر توجہ دی، رنیہ باسیہ نے اسکا فرانسیسی میں ترجمہ کیا، اور دکتور ر.و. نے حاشیہ الباجوری کا فرانسیسی میں ترجمہ کیا، اسی طرح مشرق اور مغرب میں شارحین، کاپی کرنے والوں اور چھاپنے والوں نے اس میں دلچسپی لی۔

یہ کہا جا سکتا ہے کہ ادبی اور دینی ماحول میں اس کی شہرت نے ہر ایک کے ذہن میں اپنا نام نقش کر دیا جو ادب اور دین میں شعر گنگناتا ہے۔

اور یہ واضح ہے کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رؤیا صرف صوفیوں کے اس قصیدے میں دلچسپی اور ان کے ایمان کی عکاسی کرتی ہے کہ یہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے بہترین قبولیت حاصل کرنے میں کامیاب ہوئی۔ قصیدہ کعب کے تشریح و تفصیل میں جو کچھ لکھا گیا ہے، وہ اس کے اثرات کو زبان و ادب میں واضح کرتا ہے۔ اگر اس کے الفاظ کی کچھ پیچیدگی نہ ہوتی تو یہ صوفیانہ ماحول میں عام ہو جاتا اور ایک ذکر کی شکل اختیار کر لیتا، جیسا کہ "قصیدہ بردہ" کا عام لوگوں اور خاص لوگوں میں رواج پایا جاتا ہے۔

اس کی ادبی اور لسانی دائرے میں محدود رہنے کی ایک وجہ اس میں لمبی چوڑی اونٹ کی تفصیل بھی ہے، جو ایک ایسا معنی ہے کہ "عربوں" کے علاوہ کوئی اور اس کی قدر نہیں کر سکتا۔

اعشیٰ کے اشعار اور کرب کے اشعار کے بعد حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اشعار آتے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے بڑے شاعر تھے اور صداقت و اخلاص کی خصوصیات رکھتے تھے۔ لیکن ان کے اشعار اتنی طاقت کے باوجود بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ان مدائح میں شامل نہیں کر سکتے جن کا ہم اس کتاب میں مطالعہ کر رہے ہیں۔ حسان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح کی اور اپنے حریفوں کا مقابلہ قدیم عربی طریقوں سے کیا۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے علم الانساب (نسلوں کا علم) حاصل کرنے کا مشورہ دیا تا کہ ان کا شعر ہجوں میں زیادہ مؤثر ہو سکے۔ اسی طرح انہوں نے قریش کی نسلوں کے بارے میں جو کچھ جانا، اس کی بدولت انہوں نے ان کا ایسا دردناک ہجو کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے تیر کے لگنے سے بھی زیادہ ان کے لیے مہلک سمجھتے تھے۔ (سبحان اللہ العظیم)

حسان بن ثابت کی مدح میں سب سے طاقتور قصیدہ "العینیۃ" ہے، اور اس کے کہنے کا موقع شاعر کے مکتب فکر کی تائید کرتا ہے: وہ اپنے حریفوں کے ساتھ مقابلہ کرتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح کو اس مقابلے اور بحث کا حصہ بناتے ہیں۔

"العینیۃ" کے ایک واقعے میں، جب وفد تمیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا، تو انہوں نے کہا: ''ہم آپ سے فخر کرنے آئے ہیں، اور ہم اپنے شاعر اور خطیب کو ساتھ لائے ہیں''۔ تو ان کے خطیب عطارد بن حاجب نے بولنا شروع کیا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خطیب ثابت بن قیس نے جواب دیا۔ پھر ان کا شاعر زبرقان بن بدر کھڑا ہوا اور کہا:

نَحْنُ الْكِرَامُ فَلَا حَيٌّ يُعَادِلُنَا	مِنَّا الْمُلُوكُ وَفِينَا يُقْسَمُ الرُّبُعُ

وَكَمْ قَسَرْنَا مِنَ الْأَحْيَاءِ كُلِّهِم	عِنْدَ النِّهَابِ وَفَضْلُ الْعِزِّ يُتَّبَعُ
وَنَحْنُ نُطْعِمُ عِنْدَ الْقَحْطِ مُطْعَمَنَا	مِنَ الشِّوَاءِ إِذَا لَمْ يُؤْنِسِ الْقَزَعُ
ثُمَّ تَرَى النَّاسَ تَأْتِينَا سَرَاتُهُمُ	مِنْ كُلِّ أَرْضٍ هُوِيًّا ثُمَّ نَصْطَنِعُ
فَتَنْحَرُ الْكُومَ عَبْطًا فِي أُرُومَتِنَا	لِلنَّازِلِينَ إِذَا مَا أُنْزِلُوا شَبِعُوا
فَلَا تَرَانَا إِلَى حَيٍّ نُفَاخِرُهُمُ	إِلَّا اسْتَقَادُوا وَكَانَ الرَّأْسُ يُقْتَطَعُ
إِنَّا أَبَيْنَا وَلَا يَأْبَى لَنَا أَحَدٌ	إِنَّا كَذَلِكَ عِنْدَ الْفَخْرِ نَرْتَفِعُ
فَمَنْ يُقَادِرُنَا فِي ذَاكَ يَعْرِفُنَا	فَيَرْجِعُ الْقَوْمُ وَالْأَخْبَارُ تُسْتَمَعُ

ترجمہ: ''ہم عزت دار ہیں، ہمارے درمیان کوئی بھی ملک نہیں ہے جو ہمارے برابر ہو، اور ہمارے درمیان مال و دولت تقسیم ہوتا ہے۔

اور ہم نے کتنے ہی لوگوں کو جب انہوں نے لوٹنے کی کوشش کی، بے بس کر دیا ہے، اور عزت کا فضل ہمیں حاصل ہے،

اور ہم قحط کے وقت اپنے ضیافتوں کو کھلانے والے ہیں، جب آسمان کا پانی رک جائے''۔

پھر تو دیکھے گا کہ لوگ ہمارے پاس آئیں گے،

ہر زمین سے اپنے سرداروں کے ساتھ، پھر ہم انہیں اپنے مقصد کے لیے چن لیں گے،

ہماری جڑوں (یا خاندان) میں ایسی سخاوت ہے کہ عمدہ اونٹنیاں ذبح کی جاتی ہیں،

مہمانوں کے لیے جو جب بھی ہمارے ہاں ٹھہرتے ہیں، وہ سیر ہو کر جاتے ہی

ہم کسی بھی قبیلے سے فخر کرنے کے لیے نہیں نکلتے، مگر وہ سب ہماری رہنمائی کرتے ہیں، اور اس کا سر بھی اڑا دیا جاتا ہے۔

ہم نے انکار کیا ہے، اور کوئی بھی ہمیں انکار نہیں کر سکتا، ہم اسی طرح فخر میں بلند رہتے ہیں۔

پس جو ہمیں اس معاملے میں چیلنج کرے گا، وہ ہمیں جان لے گا، اور پھر لوگ واپس چلے جائیں گے اور خبر سنی جائے گی۔

پس حسان کھڑے ہوئے اور کہا:

إِنَّ الذَّوَائِبَ مِنْ فِهْرٍ وَإِخْوَتِهِمْ	قَدْ بَيَّنُوا سُنَّةً لِلنَّاسِ تُتَّبَعُ

بے شک فہر اور ان کے بھائیوں نے لوگوں کے لیے ایسی سنت قائم کی جو پیروی کے قابل ہے۔

يَرْضَى بِهَا كُلُّ مَنْ كَانَتْ سَرِيرَتُهُ	تَقْوَى الْإِلَهِ وَبِالْأَمْرِ الَّذِي شَرَعُوا

ہر وہ شخص جس کا دل اللہ کے تقویٰ سے معمور ہو، ان کی قائم کردہ سنت کو پسند کرتا ہے۔

قَوْمٌ إِذَا حَارَبُوا ضَرُّوا عَدُوَّهُمُ	أَوْ حَاوَلُوا النَّفْعَ فِي أَشْيَاعِهِمْ نَفَعُوا

یہ وہ قوم ہے جو جنگ کرے تو اپنے دشمن کو نقصان پہنچاتی ہے اور اگر اپنے ساتھیوں کو فائدہ پہنچانے کی کوشش کرے تو انہیں نفع دیتی ہے۔

سَجِيَّةٌ تِلْكَ مِنْهُمْ غَيْرُ مُحْدَثَةٍ	إِنَّ الْخَلَائِقَ فَاعْلَمْ شَرُّهَا الْبِدَعُ

یہ ان کی فطرت ہے جو کوئی نیا عمل نہیں، جان لو کہ بدعت سب سے بری چیز ہے۔

لَا يَرْقَعُ النَّاسُ مَا أَوْهَتْ أَكُفُّهُمْ	عِنْدَ الدِّفَاعِ وَلَا يُوهُونَ مَا رَقَعُوا

لوگ اس چیز کو درست نہیں کر سکتے جو ان کے ہاتھوں سے کمزور ہوئی ہو، اور جو انہوں نے درست کیا اسے پھر کمزور نہیں کرتے۔

إِنْ كَانَ فِي النَّاسِ سَبَّاقُونَ بَعْدَهُمْ	فَكُلُّ سَبْقٍ لِأَدْنَى سَبْقِهِمْ تَبَعُ

اگر لوگوں میں ان کے بعد بھی کوئی سبقت لے جانے والے ہوں تو ان کی سبقت ان کے ادنیٰ سبقت کے پیچھے ہوگی۔

وَلَا يَضِنُّونَ عَنْ مَوْلًى بِفَضْلِهِمْ	وَلَا يُصِيبُهُمْ فِي مَطْمَعٍ طَبَعُ

وہ اپنے دوستوں پر اپنی فضیلت کے ساتھ کنجوسی نہیں کرتے اور ان پر لالچ کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔

لَا يَجْهَلُونَ وَإِنْ حَاوَلْتَ جَهْلَهُمْ	فِي فَضْلِ أَحْلَامِهِمْ عَنْ ذَاكَ مُتَّسَعُ

وہ جاہل نہیں ہیں، اور اگر تم ان سے جہالت برتنا چاہو تو ان کی بردباری اس کو برداشت کر لے گی۔

أَعِفَّةٌ ذُكِرَتْ فِي الْوَحْيِ عِفَّتُهُمْ	لَا يَطْبَعُونَ وَلَا يُرْدِيهِمُ الطَّمَعُ

ان کی پاکدامنی وحی میں بیان کی گئی ہے وہ نہ لالچی ہیں اور نہ ہی طمع ان کو گمراہ کرتا ہے۔

كَمْ مِنْ صَدِيقٍ لَهُمْ نَالُوا كَرَامَتَهُ	وَمِنْ عَدُوٍّ عَلَيْهِمْ جَاهِدٍ جَدَعُوا

کتنے ہی دوست ان سے عزت حاصل کر چکے ہیں اور کتنے ہی دشمن ان کی مخالفت پر ناکام ہو چکے ہیں۔

أَعْطَوْا نَبِيَّ الْهُدَى وَالْبِرِّ طَاعَتَهُمْ	فَمَا وَنَى نَصْرُهُمْ عَنْهُ وَمَا نَزَعُوا

انہوں نے ہدایت اور نیکی کا پیغام دینے والے نبی کی اطاعت کی اور کبھی ان کی نصرت میں کمی نہیں کی۔

إِنْ قَالَ سِيرُوا أَجَدُّوا السَّيْرَ جُهْدَهُمُ	أَوْ قَالَ عُوجُوا عَلَيْنَا سَاعَةً رَبَعُوا

اگر نبی نے کہا کہ چلو تو وہ اپنی پوری کوشش سے چل پڑے، اور اگر کہا کہ تھوڑی دیر رک جاؤ تو وہ ٹھہر گئے۔

مَا زَالَ سَيْرُهُمْ حَتَّى اسْتَقَادَ لَهُمْ	أَهْلُ الصَّلِيبِ وَمَنْ كَانَتْ لَهُ الْبِيَعُ

ان کا سفر اس وقت تک جاری رہا جب تک کہ صلیب والے اور گرجا والے ان کے تابع نہ ہو گئے۔

خُذْ مِنْهُمْ مَا أَتَى عَفْوًا إِذَا غَضِبُوا	وَلَا يَكُنْ هَمَّكَ الْأَمْرُ الَّذِي مَنَعُوا

ان سے وہی قبول کرو جو غصے میں بھی معاف کر دیں، اور جو وہ نہ دیں اس کی فکر نہ کرو۔

فَإِنَّ فِي حَرْبِهِمْ ۔ فَاتْرُكْ عَدَاوَتَهُمْ -	شَرًّا يُخَاضُ عَلَيْهِ الصَّابُ وَالسَّلَعُ

کیونکہ ان سے جنگ میں ایسا شدید نقصان ہے جس پر قابو پانے کے لیے صبر اور کانٹے دار درخت سے گزرنا پڑتا ہے، اس

لیے ان سے دشمنی چھوڑ دو۔

نَسْمُو إِذَا الْحَرْبُ نَالَتْنَا مَخَالِبُهَا	إِذَا الزَّعَانِفُ مِنْ أَظْفَارِهَا خَشَعُوا

ہم تب سر بلند ہوتے ہیں جب جنگ کے پنجے ہمیں چھوتے ہیں، اور کمزور اس کے خوف سے جھک جاتے ہیں۔

لَا فَخْرَ إِنْ هُمْ أَصَابُوا مِنْ عَدُوِّهِمْ	وَإِنْ أُصِيبُوا فَلَا خُورٌ وَلَا جُزُعُ

وہ دشمن پر غالب آئیں تو فخر نہیں کرتے، اور اگر نقصان اٹھائیں تو نہ کمزور ہوتے ہیں نہ غم کرتے ہیں۔

كَأَنَّهُمْ فِي الْوَغَى وَالْمَوْتُ مُكْتَنِعٌ	أُسْدٌ بِبِيشَةَ فِي أَرْسَاغِهَا فَدَعُ

جنگ میں، جب موت ان کے سامنے ہو، وہ بیابان میں شیر کی طرح ڈٹے رہتے ہیں۔

إِذَا نَصَبْنَا لِقَوْمٍ لَا نَدِبُّ لَهُمْ	كَمَا يَدِبُّ إِلَى الْوَحْشِيَّةِ الذَّرَعُ

جب ہم کسی قوم کے خلاف نکلتے ہیں تو ان پر ایسے حملہ کرتے ہیں جیسے درندے شکار پر جھپٹتے ہیں۔

أَكْرِمْ بِقَوْمٍ رَسُولُ اللهِ شِيعَتُهُمْ	إِذَا تَفَرَّقَتِ الْأَهْوَاءُ وَالشِّيَعُ

اس قوم کی شان کتنی بلند ہے جن کے پیروکار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، جب خواہشات اور فرقے بٹ جاتے ہیں۔

أَهْدَى لَهُمْ مِدَحِي قَلْبٌ يُؤَازِرُهُ	فِيمَا يُحِبُّ لِسَانٌ حَائِكٌ صَنَعُ

ان کے لیے دل سے محبت کرنے والا ایسا ساتھی ہے جو عمل اور زبان سے ان کی مدد کرتا ہے۔

فَإِنَّهُمْ أَفْضَلُ الْأَحْيَاءِ كُلُّهِمِ	إِنْ جَدَّ بِالنَّاسِ جِدُّ الْقَوْلِ أَوْ شَمَعُوا

وہ تمام لوگوں میں سب سے بہتر ہیں، چاہے سخت حالات ہوں یا اجتماع کی صورت ہو۔

یہ قصیدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیروکاروں کی تعریف میں ہے، اور شاعر اس کی تحریر میں اپنی عصبیت سے متاثر ہے، اور اس میں دین کی روح صرف دل کی وحی کی طرف اشارہ ہے،

جب وہ کہتے ہیں:

أَهْدَى لَهُمْ مِدَحِي قَلْبٌ يُؤَازِرُهُ	فِيمَا يُحِبُّ لِسَانٌ حَائِكٌ صَنَعُ

ترجمہ: ''ان کے لیے ایک دل ہے جو ان کی محبت میں حمایت کرتا ہے، اور ایک زبان ہے جو مدد کرتی ہے''۔

(8) حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا ایک عمدہ قصیدہ ''الهمزية'' ہے، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح اور ابوسفیان کے خلاف ہے۔ یہ بھی جاہلی طریقوں پر ہی چلتا ہے، شاعر اس کو خالی مکانوں کی یاد سے شروع کرتا ہے، وہ کہتا ہے:

عَفَتْ ذَاتُ الْأَصَابِعِ فَالْجِوَاءُ	إِلَى عَذْرَاءَ مَنْزِلُهَا خَلَاءُ

ذات الاصابع اور الجواء کے علاقے مٹ چکے ہیں،

اور عذراء تک ان کا مسکن اب ویران ہے۔

دِيَارٌ مِنْ بَنِي الْحَسْحَاسِ قَفْرٌ	تُعَفِّيهَا الرَّوَامِسُ وَالسَّمَاءُ

یہ بنی الحسحاس کی بستیاں ہیں جواب ویران ہو چکی ہیں،
جنہیں بارش اور ہوا نے مٹا دیا ہے۔

وَكَانَتْ لَا يَزَالُ بِهَا أَنِيسُ	خِلَالَ مُرُوجِهَا نَعَمٌ وَشَاءُ

یہ بستیاں کبھی آباد تھیں،
جہاں مویشی اور جانور چرتے پھرتے تھے۔
پھر شاعر اپنی محبوبہ کے خواب کی بات کرتا ہے، وہ کہتا ہے:

فَدَعْ هَذَا وَلَكِنْ مَنْ لِطَّيْفٍ	يُؤَرِّقُنِي إِذَا ذَهَبَ الْعِشَاءُ

ان باتوں کو چھوڑو، لیکن اس خواب کا کیا،؟
جو رات کو کھانے کے بعد مجھے بے چین کر دیتا ہے؟

لِشَعْثَاءَ الَّتِي قَدْ تَيَّمَتْهُ	فَلَيْسَ لِقَلْبِهِ مِنْهَا شِفَاءُ

وہ پراگندہ زلفوں والی محبوبہ،
جس نے اسے دیوانہ بنا دیا ہے، اور اس کے دل کو سکون نہیں ملتا۔

كَأَنَّ سَبِيئَةٌ مِنْ بَيْتِ رَأْسٍ	يَكُونُ مِزَاجَهَا عَسَلٌ وَمَاءُ

گویا ایک بہترین شراب کا پیالہ،
جس کا آمیزہ شہد اور پانی ہے۔

عَلَى أَنْيَابِهَا أَوْ طَعْمَ غَضٍّ	مِنَ التُّفَاحِ هَصَّرَهُ اجْتِنَاهُ

اس کے ذائقے میں یا تو دانتوں پر شہد کی مٹھاس ہے،
یا تازہ سیب کا ذائقہ جو ابھی درخت سے توڑا گیا ہو۔

إِذَا مَا الْأَشْرِبَاتُ ذُكِرْنَ يَوْمًا	فَهُنَّ لِطَّيِّبِ الرَّاحِ الْفِدَاءُ

جب کبھی مشروبات کا ذکر ہوتا ہے،
تو یہ عمدہ شراب ہی سب کی جان ہوتی ہے۔

نُوَلِّيهَا الْمَلَامَةَ إِنْ أَلَمْنَا	إِذَا مَا كَانَ مَغْثٌ أَوْ لِحَاءُ

ہم اس شراب کو الزام دیتے ہیں اگر ہمیں کوئی تکلیف پہنچے،
چاہے وہ جھگڑا ہو یا کوئی رنجش۔

وَنَشْرَبُهَا فَتَتْرُكُنَا مُلُوكًا	وَأُسْدًا مَا يُنَهْنِهُنَا اللِّقَاءُ

ہم اسے پیتے ہیں اور یہ ہمیں بادشاہ بنا دیتی ہے،

ایسے شیر جو کسی مقابلے سے نہیں گھبراتے۔

یہی استطراد عشق سے شراب کی طرف جانا زمانۂ جاہلیت میں معروف تھا، اور ایسا ہی کچھ "لامیہ" میں بھی ہوا جو کعب نے رسول اللہ ﷺ کی مدح میں کہا تھا۔ ہمیں یہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ ان دونوں شاعروں نے جب نبی کریم ﷺ کی بات کی تو انہوں نے شاعری کے طریقوں میں کوئی تبدیلی نہیں کی، نہ ہی وہ شراب اور عورتوں کا ذکر کرنے سے باز آئے، نہ ہی جوانی کے کھیلوں پر افسوس کیا۔

یہ کوئی عجیب بات نہیں ہے، کیونکہ ادبی مذاہب ایک یا دو سال میں نہیں بدلتے۔ یہ توقع کرنا بے حد مبالغہ ہوگا، اور جب ہم اپنے تحقیق کو بڑھاتے ہیں تو دیکھیں گے کہ شراب اور عورتوں کا ذکر نبی کریم ﷺ کی مدح میں معمول بن جائے گا، حالانکہ ان دونوں شاعروں کے لیے یہ حقائق تھے، اور بعد کے شعراء کے لیے یہ علامتیں بن جائیں گی۔ چنانچہ شعثاء اور سعاد، حسان کی ہمزیہ اور کعب کی لامیہ میں، ان کا وجود حقیقت میں تھا، اور شراب دونوں شاعروں کے لیے جاہلیت میں معروف تھی۔ جبکہ بعد کے صوفی شعراء کے لیے، لیلیٰ، شعثاء یا سعاد، اور صہباء یا شمول، یہ سب علامتی نام ہیں، اور یہاں حقیقت کا اثر وہاں کے تخیل سے زیادہ طاقتور نہیں ہے۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے دشمنوں کو دھمکاتے ہوئے فرمایا:

عَدِمْنَا خَيْلَنَا إِنْ لَمْ تَرَوْهَا تُثِيرُ النَّقْعَ مَوْعِدُهَا كَدَاءُ

ہماری بدقسمتی ہوگی اگر تم نے ہماری گھوڑیاں نہ دیکھیں، جو گرد و غبار اڑاتی ہیں اور جن کی منزل کداء ہے۔

يُبَارِينَ الْأَعِنَّةَ مُصْعِدَاتٍ عَلَى أَكْتَافِهَا الْأَسَلُ الظِّمَاءُ

وہ لگاموں کے ساتھ دوڑتی ہیں، اور ان کی پشت پر پیاسے نیزے سوار ہوتے ہیں۔ (یعنی نیزے کفار کے خون کے پیاسے ہوتے ہیں)

تَظَلُّ جِيَادُنَا مُتَمَطِّرَاتٍ تُلَطِّمُهُنَّ بِالْخُمُرِ النِّسَاءُ

ہمارے گھوڑے دن بھر دوڑتے رہتے ہیں، اور عورتیں ان کے بدن پر شراب کے چھینٹے مارتی ہیں۔

فَإِمَّا تُعْرِضُوا عَنَّا اعْتَمَرْنَا وَكَانَ الْفَتْحُ وَانْكَشَفَ الْغِطَاءُ

اگر تم ہم سے کنارہ کشی اختیار کرو تو ہم عمرہ کریں گے، اور فتح ہوگی اور پردہ ہٹ جائے گا۔

وَإِلَّا فَاصْبِرُوا لِجِلَادِ يَوْمٍ يُعِزُّ اللّٰهُ فِيهِ مَنْ يَشَاءُ

اور اگر نہیں، تو اُس دن کی لڑائی کے لیے تیار رہو، جب اللہ جسے چاہے عزت دے گا۔

وَجِبْرِيلٌ رَسُولُ اللّٰهِ فِينَا وَرُوحُ الْقُدُسِ لَيْسَ لَهُ كِفَاءُ

اور جبرئیل علیہ السلام، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ ہیں، اور روح القدس کا کوئی ہمسر نہیں۔

وَقَالَ اللّٰهُ قَدْ أَرْسَلْتُ عَبْدًا يَقُولُ الْحَقَّ إِنْ نَفَعَ الْبَلَاءُ

اللہ پاک نے فرمایا، میں نے ایک بندہ بھیجا ہے، جو حق بیان کرتا ہے، چاہے آزمائش فائدہ دے یا نہ دے۔

شَهِدْتُ بِهِ فَقُومُوا صَدِّقُوهُ فَقُلْتُمْ لَا نَقُومُ وَلَا نَشَاءُ

میں نے اس کی گواہی دی، تم بھی اٹھو اور اس کی تصدیق کرو، مگر تم نے کہا، ہم نہ اٹھیں گے اور نہ چاہیں گے۔

وَقَالَ اللهُ قَدْ سَيَّرْتُ جُنْدًا هُمُ الْأَنْصَارُ عُرْضَتُهَا اللِّقَاءُ

اللہ نے فرمایا، میں نے ایک لشکر بھیجا ہے، جو انصار ہیں اور ان کا میدانِ جنگ میں سامنا ہوگا۔

فِي كُلِّ يَوْمٍ مِنْ مَعَدٍّ سِبَابٌ أَوْ قِتَالٌ أَوْ هِجَاءُ

ہر روز قبیلہ معد میں، یا تو گالم گلوچ، جنگ یا ہجو کا سلسلہ ہوتا ہے۔

فَنُحْكِمُ بِالْقَوَافِي مَنْ هَجَانَا وَنَضْرِبُ حِينَ تَخْتَلِطُ الدِّمَاءُ

ہم اپنے مخالفین کا جواب اشعار کے ذریعے دیتے ہیں، اور جب خون بہنے لگتا ہے تو تلوار سے وار کرتے ہیں۔

أَلَا أَبْلِغْ أَبَا سُفْيَانَ عَنِّي مُغَلْغَلَةً فَقَدْ بَرِحَ الْخَفَاءُ

ابوسفیان کو میری طرف سے پیغام دو، کہ اب راز فاش ہو چکا ہے۔

بِأَنَّ سُيُوفَنَا تَرَكَتْكَ عَبْدًا وَعَبْدُ الدَّارِ سَادَتُهَا الْإِمَاءُ

ہماری تلواروں نے تجھے غلام بنا دیا، اور بنو عبدالدار کی عورتیں تم پر حاکم ہو گئیں۔

هَجَوْتَ مُحَمَّدًا فَأَجَبْتُ عَنْهُ وَعِنْدَ اللهِ فِي ذَاكَ الْجَزَاءُ

تم نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجو کی، تو میں نے اس کا جواب دیا، اور اس کا بدلہ اللہ کے پاس ہے۔

أَتَهْجُوهُ وَلَسْتَ لَهُ بِكُفْءٍ فَشَرُّكُمَا لِخَيْرِكُمَا الْفِدَاءُ

کیا تم اس کی ہجو کرتے ہو جبکہ تم اس کے برابر نہیں، تم دونوں میں سے بدتر، بہتر کے لیے قربان ہو۔

هَجَوْتَ مُبَارَكًا بَرًّا حَنِيفًا أَمِينَ اللهِ شِيمَتُهُ الْوَفَاءُ

تم نے ایک مبارک، نیک اور حق و باطل میں فرق کرنے والی ذات (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ہجو کی، جو اللہ کے امین ہیں اور جن کی خصلت وفا ہے۔

فَمَنْ يَهْجُو رَسُولَ اللهِ مِنْكُمْ وَيَمْدَحُهُ وَيَنْصُرُهُ سَوَاءُ

تو تم میں سے جو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجو کرے، یا اس کی تعریف کرے، دونوں برابر ہیں؟

فَإِنَّ أَبِي وَوَالِدَتِي وَعِرْضِي لِعِرْضِ مُحَمَّدٍ مِنْكُمْ وِقَاءُ

یقیناً میرے والد، میری والدہ اور میری عزت، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت کی حفاظت کے لیے قربان ہے۔

ان اشعار میں صوفیانہ عناصر کی جھلک نظر آتی ہے، کیونکہ شاعر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جواب میں اللہ سے جزا کی توقع رکھی، اور اپنے والد، دادا اور عزت کو نبی علیہ السلام کی عزت کی حفاظت کے لیے استعمال کیا۔ اس کے علاوہ، اس نظم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

مدح کے ابتدائی عناصر میں شمار کیا جاسکتا ہے۔

(9) حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے دیوان میں بیان ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ جا رہے تھے، تو آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور انکے غلام عامر بن فہیرہ، اور ان کے ہمراہی عبداللہ بن اریقط موجود تھے۔ وہ لوگ ام معبد الخزاعیہ کے خیموں کے پاس پہنچے، جو ایک بڑی عورت تھی اور اپنی خیمے کے گنبد میں بیٹھ کر کھانے پینے کا سامان پیش کر رہی تھی۔ انہوں نے اس سے کھجور اور دودھ مانگا، لیکن اس کے پاس کچھ بھی نہیں تھا۔ وہ لوگ بہت تھکے ہوئے اور بے سازوسامان تھے۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بکری کی طرف دیکھا جو خیمے کے کونے میں کھڑی تھی، تو پوچھا: ''اے ام معبد! یہ بکری کیسی ہے؟'' ام معبد نے عرض کی: ''یہ بکری ایسی ہے جسے تھکاوٹ نے گھروں سے دور کر دیا ہے''۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ''کیا اس کے پاس دودھ ہے؟'' تو اس نے کہا: ''یہ اس سے بھی زیادہ کمزور ہے''۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا مجھے اسے دودھ دوہنے کی اجازت ہے؟'' اس نے عرض کی: ''جی ہاں، میرے ماں باپ آپ پر قربان، اگر آپ دیکھتے ہیں کہ اس میں دودھ ہے تو دودھ نکال لیں''۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بکری کے پاس آ کر اس کا دودھ دوہا، اور اللہ کا نام لیا، اور اس کے لیے دعا کی۔ اچانک بکری نے دودھ دینا شروع کر دیا اور پھر وہ اتنا دودھ دینے لگی کہ آپ کے ہاتھوں میں ایک برتن بھر گیا۔ آپ نے اسے اپنے ساتھیوں کو پلایا، یہاں تک کہ سب سیراب ہو گئے، پھر دوبارہ دودھ دوہ کر برتن بھر دیا اور اسے وہاں چھوڑ دیا، اور پھر آپ وہاں سے روانہ ہو گئے۔

کچھ دیر بعد، ام معبد کا شوہر ابومعبد آیا، وہ اپنے ساتھ کمزور بکریوں کا ریوڑ لے کر آیا۔ جب اس نے ام معبد کے پاس دودھ دیکھا تو حیران ہوا اور کہا: ''یہ دودھ تمہارے پاس کہاں سے آیا، جبکہ بکریاں بیمار ہیں اور گھر میں کوئی بھی دودھ دینے والی بکری نہیں ہے؟'' اس نے اپنے شوہر سے کہا: ''اللہ کی قسم، اس کے سوا کچھ نہیں کہ ایک بابرکت آدمی ہمارے پاس آیا تھا، جس کا حال ایسا تھا''۔ پھر ابومعبد نے کہا: ''اے ام معبد! مجھے اس کا وصف بیان کرو''۔

اس نے کہا: ''میں نے ایک شخص کو دیکھا، جس کی شرافت چہرے پر نظر آتی تھی، خوبصورت شکل وصورت کا مالک تھا، اس پر کوئی بھی عیب نہیں تھا، اور اس کی آنکھوں میں سیاہی تھی، اور اس کی پلکیں لمبی تھیں۔ اس کی گردن چمکدار تھی، اور اس کی آواز دلکش تھی۔ اس کی داڑھی گھنی تھی۔ اگر وہ خاموش ہوتا اس میں وقار ہوتا، اور اگر بولتا تو اس کی باتوں میں شائستگی ہوتی۔ وہ دور سے سب سے خوبصورت نظر آتا تھا اور قریب سے بھی سب سے حسین لگتا تھا۔ اس کی گفتگو دلکش تھی، نہ بہت کمزور نہ بہت زیادہ ہنسی مذاق کرنے والا، گویا اس کی گفتگو موتیوں کی طرح سے ترتیب دی گئی ہے۔ اس کی قامت نہ بہت لمبی تھی نہ بہت چھوٹی، بلکہ درختوں کے درمیان ایک شاخ کی طرح تھی، وہ تینوں اشخاص میں سب سے حسین تھے اور اس کی حیثیت سب سے اونچی تھی، اس کے ساتھی اس کے ساتھ رہتے تھے۔ اگر وہ بولتے تو لوگ اس کی بات کو غور سے سنتے، اور جب وہ کسی چیز کا حکم دیتے تو سب فوراً عمل کرتے، وہ نہ تو غصے میں ہوتا تھے اور نہ ہی بے بنیاد کلام کرتے تھے''۔

ابومعبد نے کہا،''اللہ کی قسم ہے یہی قریش کا وہ شخص ہے جس کا ذکر ہمارے سامنے مکہ میں ہوا تھا۔ میں نے ارادہ کیا کہ میں اس کے ساتھ چلوں گا، اور اگر مجھے اس کے ساتھ جانے کا موقع ملا تو ضرور جاؤں گا۔ پھر مکہ میں ایک آواز بلند ہوئی، لوگ اس آواز کو سن رہے تھے لیکن نہیں جانتے تھے کہ یہ آواز کس کی ہے، اور وہ کہہ رہے تھے:

جَزَى اللّٰهُ رَبُّ النَّاسِ خَيْرَ جَزَائِهِ	رَفِيقَيْنِ قَالَا خَيْمَتَيْ أُمِّ مَعْبَدِ

اللہ رب الناس انہیں بہترین بدلہ دے۔ یہ دونوں رفیق اُمِّ معبد کے خیمے میں داخل ہوئے۔

هُمَا نَزَلَاهَا بِالْهُدَى وَاهْتَدَتْ بِهِ	فَقَدْ فَازَ مَنْ أَمْسَى رَفِيقَ مُحَمَّدِ

انہوں نے اُمِّ معبد کے خیمے میں ہدایت کے ساتھ قیام کیا اور اُمِّ معبد نے ان سے ہدایت حاصل کی۔ یقیناً کامیاب ہوا وہ شخص جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رفیق بنا۔

فَيَا لَقُصَيٍّ مَا زَوَى اللّٰهُ عَنْكُمْ	بِهِ مِنْ فَخَارٍ لَا يُبَارَى وَسُؤْدَدِ

تو دیکھو، اللہ نے تمہیں جو فخر اور عظمت دی ہے، وہ بے مثال اور لاجواب ہے۔

لِيَهْنِ بَنِي كَعْبٍ مَقَامُ فَتَاتِهِمْ	وَمَقْعَدُهَا لِلْمُؤْمِنِينَ بِمَرْصَدِ

خوش ہو جاؤ اے بنی کعب! تمہاری قوم کی عظمت کا مقام ہمیشہ قائم رہے۔ اور اس کے لئے ان کے بیٹھنے کی جگہ ہمیشہ مؤمنوں کے لیے محفوظ ہوگی۔

سَلُوا أُخْتَكُمْ عَنْ شَاتِهَا وَإِنَائِهَا	فَإِنَّكُمْ إِنْ تَسْأَلُوا الشَّاةَ تَشْهَدِ

تم اپنی بہن سے اس کی بکری اور برتن کے بارے میں پوچھو۔ کیونکہ اگر تم بکری سے سوال کرو گے، وہ گواہی دے گی۔

دَعَاهَا بِشَاةٍ حَائِلٍ فَتَحَلَّبَتْ لَهُ	بِصَرِيحٍ دَرَّةُ الشَّاةِ مُؤْبِدِ

اس نے اُمِّ معبد کی بکری کو دودھ دینے کے لیے بلایا اور وہ دودھ دینے لگیں۔ اور بکری نے خالص دودھ دیا، جو اس کی حالت کے مطابق تھا۔

فَغَادَرَهَا رَهْنًا لَدَيْهَا لِحَالِبٍ	يُرَدِّدُهَا فِي مَصْدَرٍ ثُمَّ مَوْرِدِ

پھر ہم نے بکری کو اس کے پاس رھن کے طور پر چھوڑ دیا تاکہ دودھ دینے والے کو دودھ ملے۔ پھر اسے دوبارہ پانی پینے کے لیے لے جایا گیا، تاکہ اس کا دودھ دوبارہ حاصل ہو سکے۔

جب حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے یہ سنا تو وہ جواب دینے لگے، فرمایا:

لَقَدْ خَابَ قَوْمٌ غَابَ عَنْهُمْ نَبِيُّهُمْ وَقُدِّسَ مَنْ يَسْرِي إِلَيْهِمْ وَيَغْتَدِي

بے شک وہ قوم ناکام ہوگئی جن سے ان کا نبی غائب ہو گیا، اور وہ مبارک ہیں جو ان تک پہنچتے ہیں اور ان کے ساتھ رہتے ہیں۔

تَرَحَّلَ عَنْ قَوْمٍ فَضَلَّتْ عُقُولُهُمْ وَحَلَّ عَلَى قَوْمٍ بِنُورٍ مُجَدِّدِ

وہ قوم چھوڑ دی گئی جس کی عقلیں گمراہ ہوگئیں، اور ایک نئی روشنی کے ساتھ دوسری قوم پر روشنی پڑی۔

هَدَاهُمْ بِهِ بَعْدَ الضَّلَالَةِ رَبُّهُمْ وَأَرْشَدَهُمْ. مَنْ يَتَّبِعَ الْحَقَّ يَرْشُدِ

اللہ نے ان کو ہدایت دی، گمراہی کے بعد، اور جو شخص حق کی پیروی کرتا ہے، وہ ہدایت پاتا ہے۔

وَهَلْ يَسْتَوِي ضُلَّالُ قَوْمٍ تَسَفَّهُوا عَمًى وَهُدَاةٌ يَهْتَدُونَ بِمُهْتَدِ

کیا وہ لوگ جو گمراہی میں مبتلا ہیں، اندھے ہیں، اور وہ جو ہدایت پانے والوں کی رہنمائی میں ہیں، برابر ہو سکتے ہیں؟

لَقَدْ نَزَلَتْ مِنْهُ عَلَى أَهْلِ يَثْرِبٍ رِكَابُ هُدًى حَلَّتْ عَلَيْهِمْ بِأَسْعُدِ

بے شک، اس سے ہدایت کی سواری یثرب کے لوگوں پر اتری، جوان پر خوشی کی صورت میں آئی۔

نَبِيٌّ يَرَى مَا لَا يَرَى النَّاسُ حَوْلَهُ وَيَتْلُو كِتَابَ اللهِ فِي كُلِّ مَسْجِدِ

ایک نبی وہ سب کچھ دیکھتا ہے جو لوگ اس کے اردگرد نہیں دیکھ پاتے، اور وہ ہر مسجد میں اللہ کی کتاب پڑھتا ہے۔

وَإِنْ قَالَ فِي يَوْمٍ مَقَالَةَ غَائِبٍ فَتَصْدِيقُهَا فِي الْيَوْمِ أَوْ فِي ضُحَى الْغَدِ

اور اگر وہ کسی غائب شئ کی بات کرے، تو اس کی تصدیق آج ہی یا کل صبح ہو جاتی ہے۔

لِيَهْنِ أَبَا بَكْرٍ سَعَادَةُ جَدِّهِ بِصُحْبَتِهِ، مَنْ يُسْعِدِ اللهُ يَسْعَدِ

اے ابو بکر، آپ کی رفاقت کی مثالیں رہیں گی، جسے اللہ خوشی عطا کرے، خوشی پائے گا۔

ہم نے ام معبد کی کہانی، حسان کا شعر، اور غائبانہ آواز کی بات اس لیے نقل کی ہے کہ ان تینوں چیزوں کا نبی کریم ﷺ کی مدح میں گہرا اثر ہے۔

ام معبد کا واقعہ معروف ہے، اور قاضی عیاض نے "الشفاء" میں اس کا ذکر کیا ہے۔ اگر یہ روایت صحیح ہے تو یہ نبی کریم ﷺ کی مدح میں آنے والے زیادہ تر اوصافِ حسیہ کی بنیاد ہے۔

ہم دیکھیں گے کہ مختلف مدائح میں نبی کریم ﷺ کو خوبصورتی کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے، جیسے کہ چمکتا ہوا چہرہ، بڑی آنکھیں، اور ان کی مزید اوصاف۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ بھی نبی کریم ﷺ کی خوبصورتی کی تعریف کرتے ہیں اور کہتے ہیں:

وَأَحْسَنُ مِنْكَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَيْنِي	وَأَجْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ

آپ سے زیادہ خوبصورت کسی آنکھ نے نہیں دیکھا، اور آپ سے زیادہ حسین کسی عورت جنا (جنم) نہیں۔

نبی کی خوبصورتی اور حسن کی تعریف بے جا نہیں ہے، جیسا کہ بعض لوگ خیال کرتے ہیں، بلکہ یہ مدح کا ایک اہم پہلو ہے۔

صفدی نے لامیۃ العجم کی تشریح میں اس موضوع پر کہا ہے کہ

"شعراء ہمیشہ ممدوح کی خوبصورتی، چمک دمک اور شگفتگی کو بیان کرتے ہیں، اور ان کو سورج، چاند اور روشن صبح سے تشبیہ دیتے ہیں"۔

اس کے علاوہ، رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام علیہم الرضوان نے بھی ان کی جسمانی خصوصیات کا ذکر کیا ہے، اور ان کے بارے میں مختلف مواقع پر احادیث طیبہ موجود ہیں۔

خود رسول اللہ بھی خوبصورت تھے، اور انبیاء عموی طور پر جمال کے حامل ہوتے ہیں، کیونکہ حق کی دعوت کے لئے ایک خوبصورت چہرے کی ضرورت ہوتی ہے۔

ہم یہ پسند نہیں کرتے کہ ہم پر تشدد (سختی) غالب آجائے اور ہمیں حدیثِ ام معبد میں صنعت کے اثر کا ذکر کرنے سے محروم کردے۔ یہ کہانی ہمیں مصنوعی (گھڑی ہوئی) سی لگتی ہے، اور بہرحال یہ اس بات کی گواہ ہے کہ قدیم لوگ رسول اللہ ﷺ کی کیسی صفات کو پسند کرتے تھے۔ اسی طرح وہ شعر جو کسی غیبی آواز سے منسوب ہے، وہ بھی مصنوعی ہے اور حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اشعار کے ساتھ نعتیہ شاعری کے ابتدائی نمونوں میں شامل ہے۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی مرثیوں میں مذہبی روح واضح طور پر ظاہر ہوتی ہے، خاص طور پر وہ مرثیے جو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے لیے لکھے ہیں۔ یہ مرثیے مذہبی رنگ میں ڈوبے ہوئے ہیں، جن میں شاعر منبر، مصلیٰ، مسجد اور وحی کا ذکر کرتا ہے۔ وہ زمین اور آسمان کے رونے کا ذکر کرتا ہے اور جنت الفردوس میں نبی کریم ﷺ سے ملاقات کی تمنا کا اظہار کرتا ہے۔ ان مرثیوں میں وہ اس رہنمائی اور ہدایت کا ذکر بھی کرتا ہے جو مسلمانوں کو نبی کریم ﷺ سے وراثت میں ملی ہے۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی تین قصیدے دالیہ قافیہ میں ہیں، جو نرم اور مہربان معانی سے بھرپور ہیں اور ان میں صاف شفاف مذہبی روح جھلکتی ہے۔ یہ قصیدے ساخت کے لحاظ سے نرم ہیں، اس حد تک کہ ہمیں خدشہ ہوتا ہے کہ یہ نبی ﷺ کی طرف منسوب کیے گئے شاعری کے ان نمونوں میں سے ہیں جو دراصل گھڑی ہوئی ہوسکتی ہیں۔ اگر یہ قصیدے کسی ایسے شاعر جیسے کہ امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کیے جاتے، تو یہ قابل قبول ہوتے، کیونکہ ان پر نرمی اور لطافت کا غلبہ ہے۔ ان قصیدوں میں سے ایک قصیدے کے ابتدائی اشعار ہی کافی ہیں، جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

بطيبة رَسْمٌ لِلرَّسُولِ وَمَعْهَدُ	مُنِيْرٌ وَقَدْ تَعْفُو الرُّسُومُ وَتَهْمَدُ

مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ کے نشانات اور جگہیں موجود ہیں،
جو روشن ہیں، اگرچہ نشانات مٹ گئے ہیں اور عمارتیں منہدم ہوگئیں ہیں۔

وَلَا تَنْمَحِي الْآيَاتُ مِنْ دَارِ حُرْمَةٍ	بِهَا مِنبَرُ الْهَادِي الَّذِي كَانَ يَصْعَدُ

لیکن حرمت اور احترام کی آگ سے یہ نشانیاں ختم نہیں ہوتیں،
یہاں وہ منبر ہے جہاں ہادیِ برحق (رسول اللہ ﷺ) کھڑے ہوتے تھے۔

وواضح آيَاتٍ وَبَاقِي مَعَالِمِ	وَرَبْعٌ لَهُ فِيهِ مُصَلًّى وَمَسْجِدُ

واضح نشانیاں اور پرانی عمارتیں موجود ہیں،
جہاں ان کے لیے مصلیٰ اور مسجد بنائے گئے۔

به حجرات كان ينزل وسطها	من اللهِ نُورٌ يُستَضَاءُ وَيُوقَدُ

یہاں ان کے حجرے تھے، جہاں اللہ کی طرف سے نور نازل ہوتا تھا،
جس سے روشنی اور ہدایت حاصل کی جاتی تھی۔

مَعَالِمُ لَمْ تُطْمَسْ عَلَى الْعَهْدِ آيُهَا	أَتَاهَا الْبِلَى فَالآىِ مِنْهَا تَجَدَّدُ

یہ وہ نشانات ہیں جو اپنے زمانے میں مٹائے نہیں گئے،
اگر چہ وقت نے انہیں چھوا، لیکن ان میں سے نشانیاں دوبارہ ابھرتی ہیں۔

عَرَفْتُ بِهَا رَسْمَ الرَّسُولِ وَعَهْدَهُ	وَقَبْرًا بِهِ وَارَاهُ فِي التُّرْبِ مُلْحِدُ

میں نے ان جگہوں پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے آثار اور ان کے زمانے کو پہچانا،
اور اس قبر کو جہاں مٹی نے ان کو اپنے اندر چھپالیا۔
میں وہاں کھڑا

ظَلِلْتُ بِهَا أَبْكِي الرَّسُولَ فَأَسْعَدَتْ	عُيُونٌ وَمِثْلَاهَا مِنَ الْجَفْنِ تُسْعِدُ

رہا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے غم میں روتا رہا،
میری آنکھیں خوش ہوئیں (اس لیے کہ میں ان کے ذکر اور غم میں شریک تھا)، اور ایسی آنکھیں بھی جو اسی غم میں شریک تھیں۔

تذكر آلاء الرسول. وَمَا أَرَى	لَهَا مُحْصِيًا - نَفْسِي فَنَفْسِي تبلد

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نعمتوں کو یاد کرتا ہوں، جنہیں کوئی گن نہیں سکتا،
میری روح حیرت میں ڈوبی رہتی ہے۔

مُنَجِّعَةٌ قَدْ شَقَّهَا فَقْدُ أَحْمَرٍ	فظلت لآلاءِ الرَّسُولِ تعدد

میری روح درد سے دو چار ہے، جیسا کہ کسی عظیم شخصیت کے فراق میں،
اور میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نعمتوں کو گنتا رہتا ہوں۔

أطالت وقوفًا تَذْرِفُ الْعَيْنُ جُهْدَهَا	على طلل الْقَبْرِ الَّذِي فِيهِ أَحْمَدُ

میں طویل وقت تک کھڑا رہا، میری آنکھیں شدت سے دیکھتی رہیں،
اس قبر کی طرف جو احمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے جسم مبارک کو چھپائے ہوئے ہے۔

فَبُورِكتَ يَا قَبْرَ الرَّسُولِ وَبُورِكت	بلاد ثَوَى فِيهَا الرَّشِيدُ الْمُسَدَّدُ

مبارک ہو اے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی قبر، اور وہ سرزمین بھی مبارک ہو،
جہاں رشید و ہدایت یافتہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آرام فرما ہیں۔

وبورك لحد منك ضمن طيبا	عَلَيْهِ بِنَاءُ مِنْ صَفِيحٍ

مبارک ہو وہ قبر جو آپ ﷺ کی پاکیزہ شخصیت کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے،
اور وہ صفحے جو اس پر بنائے گئے۔

تهيل عَلَيْهِ التُّرْب أَيْدٍ وَأَعْيُنٌ	عَلَيْهِ وَقَدْ غَارَتْ بِذَلِكَ أَسْعُدُ

اس پر ہاتھ اور آنکھیں مٹی ڈالتی ہیں،
اور ان سے سعادت اور خوشی نازل ہوتی ہے۔

لقَدْ غَيَّبُوا حِلْمًا وَعِلْمًا وَرَحْمَةً	عَشِيَّة عَلوْهُ الثَّرَى لَا يُوسُدُ

انہوں نے اس شام ایک عظیم صبر، علم اور رحمت کو دفن کر دیا،
جب انہوں نے نبی ﷺ کو مٹی کے نیچے رکھا، جس کے لیے کوئی دوسرا کاندھا نہ تھا۔

وَرَاحُوا بِحُزنٍ لَيْسَ فِيهِمْ نَبِيُّهُمْ	وَقَدْ وَهَنَتْ مِنْهُمْ ظُهُورٌ وَأَعْضُدُ

وہ اس غم کے ساتھ لوٹے جس میں ان کے نبی ﷺ موجود نہ تھے،
ان کی پیٹھ اور بازو کمزور پڑ گئے۔

يُبَكُّونَ مَنْ تَبْكِي السَّمٰوَاتُ يَوْمَهُ	وَمَنْ قَدْ يَكتهُ الْأَرْضُ فَالنَّاسُ أَكْمَدُ

وہی تھے جن پر آسمان ان کے جانے کے دن روئے،
اور زمین نے بھی ان کے غم میں ماتم کیا، اور لوگ غمگین ہو گئے۔

• وَهَلْ عَدَلَتْ يَوْمًا رَزِيَّةُ هَالِكٍ	رَزِيَّةُ يَوْمٍ مَاتَ فِيهِ مُحَمَّدًا

کیا کسی بھی حادثے نے اس دن جیسا اثر چھوڑا،
جس دن محمد ﷺ کا انتقال ہوا؟

تَقَطَّعَ فِيهِ مُنْزَلُ الْوَحْيِ عَنْهُمْ	وَقَدْ كَانَ ذَا نُورٍ يَغُورُ وَيُنْجِدُ

اس دن وحی کا سلسلہ ان سے منقطع ہو گیا،
حالانکہ وہ نور تھا جو گہرائیوں اور بلندیوں تک پہنچتا تھا۔

يَدُلُّ عَلَى الرَّحْمَنِ مَنْ يَقْتَدِي بِهِ	وَيُنْقِذُ مِنْ هَوْلِ الْخَزَايَا وَيُرْشِدُ

وہی تھے جو لوگوں کو رحمن کی طرف رہنمائی کرتے تھے،
اور انہیں شرمندگی اور تباہی سے نجات دلاتے تھے۔

إِمَامٌ لَهُمْ يَهْدِيهِمُ الْحَقَّ جَاهِدًا	مُعَلِّمُ صِدْقٍ إِن يُطِيعُوهُ يَسْعَدُوا

وہ ان کے امام تھے، جو انہیں حق کی طرف محنت سے رہنمائی دیتے تھے،
ایک سچا معلم، اگر وہ ان کی اطاعت کریں تو خوش ہو جائیں۔

عَفُوٌّ عَنِ الزَّلَّاتِ يَقْبَلُ عُذْرَهُمْ	وَإِنْ يُحْسِنُوا فَاللّٰهُ بِالْخَيْرِ أَجْوَدُ

وہ معاف کرنے والے تھے، جو ان کے عذر کو قبول کرتے تھے،

اور اگر وہ بھلائی کریں، تو اللہ سب سے زیادہ بھلائی کرنے والا ہے۔

فَبَيْنَاهُم نِعْمَةِ اللّٰهِ بَيْنَهُمْ	دَلِيلٌ بِهِ نَهْجُ الطَّرِيقَةِ يُقصد

اللہ کی نعمت ان کے درمیان تھی،

جو راستہ دکھانے والا رہنما تھا، جس کے ذریعے ہدایت کا راستہ معلوم ہوتا تھا۔

عزيز عليه أن يحيدُوا عَنِ الْهُدَىٰ	حَرِيصٌ عَلَىٰ أَنْ يَسْتَقِيمُوا وَيَهْتَدُوا

ان پر یہ بات گراں گزرتی تھی کہ لوگ ہدایت سے بھٹک جائیں،

وہ اس بات کے بے حد خواہاں تھے کہ لوگ سیدھے راستے پر چلیں اور ہدایت پائیں۔

عَطُوفٌ عَلَيْهِمْ لَا يُثْنِي جَنَاحَهُ	إِلَىٰ كَنَفٍ يَحْنُو عَلَيْهِمْ وَيَشْهَدُ

وہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنے پیروکاروں پر بے حد مہربان تھے،

اپنے بازو ان پر شفقت سے پھیلائے رکھتے اور ان کی مدد میں لگے رہتے۔

فَبَيْنَا هُم فِي ذٰلِكَ النُّورِ إِذْ عَنَا	إِلَىٰ نُورِهِم سَهُم مِنَ الْمَوْتِ مُقْصِدُ

جب وہ لوگ اس نور (ہدایت) میں تھے، تو اچانک موت کا تیر

ان کے نور کی جانب آ گیا اور ان کی طرف رخ کر لیا۔

فَأَصْبَحَ مَحْمُودًا إِلَىٰ اللّٰهِ رَاجِعًا	يُبكيهِ جَفْنُ الْمُرْسَلَاتِ وَيَحْمَدُ

تو وہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کی طرف لوٹ گئے،

فرشتوں کی آنکھیں ان پر رو رہی تھیں اور ان کی تعریف کر رہی تھیں۔

یہاں تک کہ وہ فرماتے ہیں:

فَبِكِّي رَسُولَ اللّٰهِ يَا عَيْنُ عَبْرَةً	وَلَا أَعْرِفَنَّكِ الدَّهْرَ دَمْعُكِ يَجْمُدُ

اے آنکھ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غم میں آنسو بہاؤ،

اور زمانہ کبھی نہ دیکھے کہ تمہارے آنسو خشک ہو جائیں۔

وَمَا لَكِ لَا تَبْكِينَ ذَا النِّعْمَةِ الَّتِي	عَلَى النَّاسِ مِنْهَا سَابِغٌ يَتَغَمَّدُ

تم کیوں نہیں روتیں اس ذات کے لیے، جو نعمتوں کا منبع تھے،

ایسی نعمت جس سے انسانیت کی سات نسلیں بھی سیراب ہو گئیں۔

وَمَا فَقَدَ الْمَاضُونَ مِثْلَ مُحَمَّدٍ	وَلَا مِثْلُهُ حَتَّى الْقِيَامَةِ يُفْقَدُ

گزشتہ قوموں نے محمد ﷺ جیسا کسی کو نہیں کھویا،
اور نہ قیامت تک ان جیسا کوئی کھویا جائے گا۔

أَمِنْ وَأَوْلَى بِمَنِّي بَعْدَ يَمَنِّي	وَالْقُرْبُ مِنْهُ نَائِلٌ لَا يُنْكِرُ

امن اور برتری ان کے بعد بھی ان کی امت کے ساتھ ہے،
اور ان کے قرب کا مقام ایسا ہے جسکا کوئی انکار نہیں کرسکتا۔

وَأَبْذَلُ مِنْهُ الطَّرِيفِ وَقَالِي	إِذَا ضَنَّ مِعْطَاءٌ بِمَا كَانَ يُتْلِدُ

وہ عطا کرنے میں سب سے بڑھ کر تھے، چاہے نیا ہو یا پرانا،
جبکہ دوسرے دینے والے بخل سے کام لیتے۔

وَأَكْرَمُ حَيًّا فِي الْبُيُوتِ إِذَا انْتَمَى	وَأَكْرَمُ جَدًّا أَبْطَحِيًّا يُسَوِّدُ

وہ اپنے قبیلے میں سب سے معزز تھے،
اور اپنے جدّامجد کے اعتبار سے بھی بلند مرتبہ تھے۔

زَبَاهُ وَلِيدًا فَاسْتَتَمَّ تَمَامَهُ	عَلَى أَكْرَمِ الْخَيْرَاتِ رَبِّ مُحَمَّدٍ

وہ اپنی زندگی کے ابتدائی دنوں سے ہی وہ کامل تھے،
کیونکہ وہ اللہ کے سب سے معزز بندے، محمد ﷺ کے رب کی پرورش میں تھے۔

تَنَامَتْ وَصَاةُ الْمُسْلِمِينَ بِكُلِّهِ	فَلَا الْعِلْمُ مَحْبُوسٌ وَلَا الرَّأْيُ يُفْتَدُ

مسلمانوں کے معاملات ان کے حکم کے تحت پروان چڑھے،
نہ علم کو روکا گیا، نہ رائے کو غلام بنایا گیا۔

أَقُولُ وَلَا يُلْقَى لِقَوْلِي عَاذِبٌ	مِنَ النَّاسِ إِلَّا عَازِبُ الْعَقْلِ مُبْعِدُ

میں یہ بات کہتا ہوں، اور اس بات کا انکار کوئی نہیں کرے گا،
سوائے اس کے جو عقل سے محروم ہو اور حق سے دور ہو۔

وَلَيْسَ هَوَانِي نَارِهَا عَنْ ثَنَائِهِ	لَعَلِّي بِهِ فِي جَنَّةِ الْعُلَى أَلِيكَ

میرے دل کی آگ ان کی تعریف سے نہیں بجھتی،
شاید اسی تعریف کے ذریعے میں جنت میں بلند مقام حاصل کرلوں۔

مَعَ الْمُصْطَفَى أَرْجُو بِذَاكَ جِوَارَهُ	وَفِي نَيْلِ ذَاكَ الْيَوْمِ أَسْعَى وَأَجْهَدُ

میں امید رکھتا ہوں کہ جنت میں مصطفیٰ ﷺ کا پڑوس ملے،
اور اسی دن کی کامیابی کے لیے میں کوشش کرتا اور محنت کرتا ہوں۔

یہ قصیدہ شاعری کے اعتبار سے کمزور ہے، لیکن یہ تاریخِ مدائح نبویہ کے حوالے سے بہترین گواہیوں میں سے ایک ہے، اور قاری یہ نوٹ کرتا ہے کہ یہ مرثیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد نہیں بلکہ ان کی زندگی میں آیا تھا، اس بات کا ثبوت اس قول سے ملتا ہے:

مَعَالِمُ لَمْ تُطْمَسْ عَلَى العَهْدِ	أَيُّهَا أَتَاهَا البِلَى فَالَّذِي مِنْهَا تَجَدَّدُ

جونشانیاں وقت کے ساتھ مٹ نہ سکیں، اوران میں سے جو باقی رہیں وہ دوبارہ تازہ ہوگئیں۔

فَرَقْتُ بِهَا رَسْمَ الرَّسُولِ وَفَهْدَهُ	وَقَبْرًا بِهِ وَارَاهُ فِي القُرْبِ مُلْحِدُ

میں نے اس مقام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آثار کو پہچانا اوران کی موجودگی کو محسوس کیا، اور وہاں کی سرزمین میں ان کا دفن ہونا ظاہر کیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مرثیہ بعد از وفات میں ایک صوفیانہ جھکاؤ رکھتا ہے، اور اس بات کی تائید اس شعر سے ہوتی ہے جس میں شاعر اللہ سے دعا گو ہے کہ اسے اس کی مدح پر جنت کی دائمی زندگی عطا کرے، اور اس کی خواہش ہے کہ وہ قیامت کے دن مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پڑوسیوں میں ہو۔ وہ اعلان کرتا ہے کہ وہ اس دن کے حصول کے لیے محنت کرے گا۔ یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر صرف ان کی تعریف اوردینِ متین کے بارے میں ہے، نہ کہ وہ عام مرثیہ جو شاعر اپنے رئیس یا دوست کی وفات پر کرتا ہے۔

اور اس قصیدہ میں جن الفاظ کا ذکر کرنا ضروری ہے ان میں ایک لفظ "طیبہ" ہے، جو کہ مدائح نبویہ میں اکثر آئے گا، اور اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو "الہادی" کہنا بھی عام ہوگا۔ پھر لفظ "الطریقة" جو کہ اس قول میں آیا ہے:

فَبَيَّنَا هُمُ فِي نِعْمَةِ اللهِ بَيْنَهُم	نايل به نهج الطريقة يقصد

اور ہم نے ان کو اللہ کی نعمت میں اس طرح واضح کیا کہ وہ طریقہ کی روشنی میں مقصود تھے۔

یہ لفظ بعد میں صوفیاء کے اصطلاحی لفظوں میں تبدیل ہو جائے گا، اور وہ کہیں گے: "ہر شیخ کا ایک خاص طریقہ ہے" اور وہ "الطريقة الشاذلية" اور "الطريقة الخلواتية" جیسے اصطلاحات استعمال کریں گے، اور اسی طرح کے طریقے ایجاد کرتے جائیں گے۔

ایک اور قصیدہ میں وہ کہتے ہیں:

يَا بُكرَ آمِنَةُ الْمُبَارَكِ بَكْرُهَا	وَلَدَتْهُ مُحْصَنَةٌ بِسَعْدِ الْأَسْعَدِ

اے آمنہ کے بیٹے! تمہاری ماں مبارک تھی، اور اس نے تمہیں خوش نصیب اور محفوظ حالت میں جنم دیا۔

لفظ "ابن آمنة" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمجید میں استعمال ہونے والے الفاظ میں سے ہے، جسے حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے بھی پھیلایا اور یہ مدائح نبویہ میں بار بار آئے گا۔

ایک اور جگہ شاعر کہتا ہے:

"صَلَّى الْلَّإِلَهُ وَمَنْ يَحُلُّ بِعَرْشِهِ وَالطَّيِّبُونَ عَلَى الْمُبَارَكِ أَحْمَدِ" کا ترجمہ ہوگا:

"اللہ تعالیٰ رحمت کاملہ نازل فرمائے اور وہ جو اس کے عرش کے قریب ہیں، اور پاکیزہ لوگ مبارک احمد ﷺ پر درود بھیجیں۔

یہ اظہار بھی مدح رسول ﷺ میں ایک عام اور معروف جملہ بن جائے گا۔

"صلى الإله جملة دعائية"

یہ ایک دعائیہ جملہ تھا، جسے حضرت حسان رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ اور ان کے اصحاب کے لیے استعمال کرتے تھے، جیسے کہ اس شعر میں:

"صلى الإله على الَّذِينَ تَتَابَعُوا يَوْمَ الرَّجِيعِ فَأُكْرِمُوا وَأُثِيبُوا"

اللہ کی رحمت ہوان لوگوں پر جو روزِ رجیع میں متواتر طور پر ساتھ آئے، تو انہیں عزت دیں اور ان کو انعام دیں۔ (یومِ رجیع سے مراد وہ مقام جہاں پر مسلمانوں کا ایک قافلہ حملے کا شکار ہوا اور اس میں چند صحابہ شہید ہوئے)

مویلک المزموم اپنی بیوی کے بارے میں مرثیہ کرتے ہوئے کہتا ہے:

صلى عليك الله من مفقودة	إذ لا يا بنكِ المَكَانُ البَلْقَعُ

اللہ تم پر اپنی رحمت بھیجے، جب کہ تمہارا جسم اس جگہ پر پڑا ہے جو بیزار اور بے رونق ہے۔

اور ایک اور شاعر کہتے ہیں:

صلى الاله على ضفتي مدرب	يَوْمَ الْحِسَابِ وَمَجْمَعِ الْأَنْهَادِ

اللہ کا شکر ہو، وہ شخص جو روز حساب کے دن اور پانی کے تالابوں کے اجتماع کی جگہ پر ہو۔

لیکن یہ عبارت بعد میں صرف نبی ﷺ کے لیے استعمال ہونے لگی، اور مرثیہ کی عبارت میں "یرحمہ اللہ" جیسا جملہ استعمال ہونے لگا، جیسے ایک شاعر نے کہا:

يَرْحَمُكَ اللهُ مِنْ أَخِي ثِقَةٍ	لَمْ يَكُ فِي صَفْوِ وُدِّهِ كَدَرُ

اللہ آپ پر رحم کرے، آپ میرے بھائی کا اعتماد تھے، جس کے دل مین کبھی بھی اپنے دوستوں کے ساتھ چڑچڑا پن نہیں تھا۔

(11) حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی مدح و مرثیہ کے بعد، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے کچھ نثر کے اقتباسات آتے ہیں، جن کی صحت پر شبہ ہے لیکن ان کا حوالہ دینے کے لیے دو وجوہات ہیں۔

پہلی وجہ یہ کہ یہ اقتباسات حضرت علی رضی اللہ عنہ کے روحانی مقام کو ظاہر کرتے ہیں،

اور دوسری وجہ یہ کہ جو لوگ ان کی نثر کی صحت پر اعتراض کرتے ہیں، وہ ان مقامات کو دیکھتے ہیں جو حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان ہوئے تھے۔

اس کے علاوہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خطبوں میں نبی کریم ﷺ کی مدح میں جو عبارتیں آتی ہیں، وہ بے تکلف اور غیر

مبالغہ آمیز ہوتی ہیں، کیونکہ ان کا مقصد صرف نبی کریم ﷺ کی تعریف کرنا نہیں ہوتا تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ پاک کی حمد اور نبی کریم ﷺ کی تعریف خطبوں کا لازمی حصہ بن چکی تھی، جیسے کہ زیاد کی خطبہ میں حمد کے بغیر ہونے کو "بتراء" کہا گیا تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کی جو مدح کی، اس میں تکلف ظاہر نہیں ہوتا، کبھی وہ نبی کریم ﷺ کی اور ان کی کتاب کی تعریف کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ لوگ بعثت سے پہلے کس حال میں تھے، اور کہتے ہیں:"

"اللہ نے اسے دین کا مشہور پیغام، علم کا محفوظ ذخیرہ، کتاب، نور کا روشن چراغ، اور واضح حکم کے ساتھ بھیجا، تاکہ شبہات دور ہوں، حجت مضبوط ہو، آیات کے ذریعے تنبیہ ہو، اور عذاب سے ڈرا کر لوگوں کو ہدایت دی جائے، جبکہ لوگ فتنوں میں مبتلا تھے، دین کا دھاگہ ٹوٹ چکا تھا، یقین کی بنیادیں ہل چکی تھیں، اور لوگوں کے درمیان اختلافات بڑھ چکے تھے...

اور اسی طرح کے مفہوم کے ایک اور خطبے میں فرماتے ہیں:

اللہ نے نبی کریم ﷺ کو ایسے وقت میں بھیجا جب رسولوں کے آنے کا سلسلہ موقوف تھا، قومیں گہری نیند میں پڑی ہوئی تھیں، فتنے عروج پر تھے، معاملات بکھر چکے تھے، جنگوں کی آگ بھڑک رہی تھی، دنیا کا نور ماند پڑ چکا تھا، اور اس کا غرور واضح ہو چکا تھا۔

یہ اس وقت کی بات ہے جب درختوں کے پتے زرد ہو چکے تھے، پھلوں سے مایوسی تھی، پانی خشک ہو چکا تھا، ہدایت کے نشان مٹ چکے تھے، اور ہلاکت کی علامتیں نمایاں تھیں۔ دنیا اپنے باسیوں کے لیے بگڑی ہوئی تھی، اس کے طلبگار کے لیے چہرہ بے تاثر تھا۔ اس کے پھل فتنے، کھانے مردار، لباس خوف، اور اوڑھنی تلوار تھی۔

یہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ اس زمانے کی حالت بیان کر رہے ہیں جو نبی اکرم ﷺ کی بعثت سے پہلے تھی۔ ان کے بیان میں ادب کی چاشنی نمایاں ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مختلف خیالی رنگوں سے اپنی بات کو آراستہ کیا ہے۔ وہ فرما رہے ہیں کہ دنیا کا نور بجھ چکا تھا، درختوں کے پتے زرد ہو گئے تھے، اور اس کے پھلوں سے امید ختم ہو چکی تھی۔ پانی خشک چکا تھا، دنیا اپنے باسیوں کے لیے سخت گیر اور طلبگاروں کے لیے بے مروت ہو چکی تھی۔ اس کے پھل فتنے تھے، اس کا کھانا مردار تھا، اس کا لباس خوف اور اوڑھنی تلوار تھی۔

زمانہ جاہلیت کی ان تاریکیوں کا بیان رسول اللہ ﷺ کی فضیلت کو اجاگر کرنے کے لیے اکثر استعمال کیا جاتا رہا ہے۔ یہ خیالات حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خود سے تخلیق نہیں کیے بلکہ ان کی جڑیں قرآن میں موجود ہیں۔

ایک اور مقام پر حضرت علی رضی اللہ عنہ ذکر کرتے ہیں کہ نبوت ایک قدیم سلسلہ ہے جو ایک صلب (نسل) سے دوسرے صلب میں منتقل ہوتی رہی، یہاں تک کہ وہ نبی اکرم ﷺ تک پہنچی۔ وہ انبیاء کی تعریف میں فرماتے ہیں:

"اللہ نے ان کو بہترین جگہوں میں رکھا، اور بہترین مقامات پر ٹھہرایا۔ وہ عزت دار نسلوں سے پاکیزہ رحموں میں منتقل ہوتے رہے۔ جب ایک نبی کا دور ختم ہوتا، دینِ خدا کو سنبھالنے کے لیے دوسرا نبی آتا، یہاں تک کہ اللہ کی کرامت محمد ﷺ تک پہنچی۔

اللہ نے انہیں بہترین معدن اور معزز نسلوں سے پیدا کیا، ان کے خاندان کو خیر و برکت کا مرکز بنایا۔

آپ ﷺ تقویٰ والوں کے امام، ہدایت یافتہ لوگوں کے لیے چراغ، اور چمکدار ستارہ ہیں۔ آپ کی سیرت سیدھی راہ،

سنت ہدایت کی روشنی، اور آپ کا کلام فیصلہ کن ہے۔ آپ کا حکم عدل پر مبنی ہے''۔

یہ تصور کہ نبوت کا نور پاک نسلوں میں منتقل ہوتا رہا، اسلامی ادب بالخصوص مولود کی کتابوں میں نمایاں ہے۔ عربوں کے ہاں نسب کی پاکیزگی کو بڑی اہمیت دی جاتی تھی، اور اسی وجہ سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب کو جاہلیت کے ہر قسم کے داغ سے پاک و صاف قرار دیا گیا۔ یہ طہارت ان کے حسب و نسب کی عظمت کو اجاگر کرتی ہے۔

اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بعض اوقات کچھ معانی سے اتنا متاثر ہو جاتے کہ انہیں ایک خطبے سے دوسرے خطبے، اور ایک گفتگو سے دوسری گفتگو میں دہراتے رہتے۔ (آیئے) دیکھتے ہیں کہ وہ کیسے دوبارہ جا کر جاہلیت کے زمانے کا نقشہ کھینچتے ہیں:

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث کیا گیا اس حال میں کہ لوگ گمراہی میں سرگرداں تھے، فتنوں میں الجھے ہوئے تھے۔ خواہشات نے انہیں بہکا دیا تھا، تکبر نے ان کے قدموں کو لغزش میں ڈال دیا تھا، اور جاہلیت نے انہیں بے وقوف بنا دیا تھا۔ وہ حیران و پریشان تھے، امور کی بے ترتیبی اور جہالت کی بلا میں مبتلا تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی خیر خواہی میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، سیدھی راہ پر گامزن رہے، اور حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ دعوت دیتے رہے''۔

(حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کلام میں "مضى على الطريقة" کے الفاظ ذکر کیے گئے ہیں،)

''طریقہ'' کا لفظ ہمیں پہلے حسان بن ثابت کے اشعار میں بھی ملتا ہے، اور یہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کلام میں دوبارہ آتا ہے۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا، یہ لفظ بعد میں صوفیاء کے ہاں ایک اصطلاحی مفہوم اختیار کر لے گا۔

آگے دیکھتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسب و نسب کا ذکر کیسے کرتے ہیں:

"حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقام بہترین مقام تھا، اور آپ علیہ السلام کا حسب و نسب سب سے اعلیٰ اور معزز خاندانوں سے تھا۔ آپ کرامت کے معدن اور سلامتی کے گہوارے سے آئے تھے۔ نیک دلوں کے رجحانات آپ ہی کی طرف مائل ہو گئے تھے، اور نگاہوں کی توجہ آپ کی طرف مرکوز ہو چکی تھی''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اس مفہوم کو ایک اور انداز میں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو انبیاء کے شجرہ سے، نور کے چراغ دان سے، بلندی کی چوٹی سے، بطحاء (مکہ) کے مرکز سے، اندھیروں کے چراغوں اور حکمت کے چشموں سے منتخب کیا''۔

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زہد و قناعت کی تعریف میں کہتے ہیں:

"حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا کو حقیر سمجھا اور اس کی قدر و قیمت کو گھٹا دیا۔ اسے ذلیل جانا اور دوسروں کے لیے معمولی قرار دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم تھا کہ اللہ نے اپنی مرضی سے دنیا کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دور رکھا اور دوسروں کے لیے اس کو حقارت کے ساتھ پھیلا دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا کو اپنے دل سے ترک کر دیا، اس کا ذکر اپنی ذات سے ختم کر دیا، اور یہ چاہا کہ اس کی زینت آپ کی آنکھوں سے اوجھل رہے، تاکہ آپ دنیا کو لباس یا ٹھکانہ نہ بنائیں اور نہ اس میں کوئی مستقل مقام کی امید رکھیں''۔

یہ رجحان بھی بہت سی نعتیہ شاعری کے لیے بنیاد بنے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اکرم ﷺ کی تعریف اوران کے لیے دعا کو یوں جمع کرتے ہیں:

''حضور ﷺ نے علم کے طلبگار کے لیے شعلہ روشن کیا، اور رو کنے والے کے لیے علم کا چراغ جلا دیا۔ آپ اللہ کے امین، قیامت کے دن کے گواہ، اللہ کی نعمت کے پیمبر، اورحق کے ساتھ بھیجے گئے رحمت ہیں۔

یا اللہ! آپ ﷺ کو اپنے عدل سے بہترین حصہ عطا فرما، اور اپنے فضل سے خیر کی کثرت عطا کر۔

یا اللہ! ان کی عمارت کو تمام عمارتوں سے بلند کر، ان کی قیام گاہ کو اپنے ہاں عزت دے، ان کے مقام کو شرف بخش، اور انہیں اپنا وسیلہ بننے والی ذات قرار دے۔ ان کو بلندی اور فضیلت عطا فرما، اور ہمیں ان کی جماعت میں شامل فرما، اس حال میں کہ ہم نہ شرمندہ ہوں، نہ پشیمان، نہ عہد شکن، نہ گمراہ، اور نہ گمراہ کرنے والے''۔

''وسیلہ'' کا لفظ صوفیاء کی اصطلاحات میں بار بار استعمال ہوگا، اور یہ اقتباس بہت سی دعاؤں اور درود وسلام کی طرز کی بنیاد بنے گا۔

اگر ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کلام میں موجود ان جیسی مزید عبارتوں کا جائزہ لیتے رہیں تو بات طویل ہوجائے گی۔ لہٰذا ہم انہی اقتباسات پر اکتفا کرتے ہیں۔ ہمارا مقصد تفصیل بیان کرنا نہیں بلکہ یہ دکھانا ہے کہ ان کے خطبات میں نبی اکرم ﷺ کی نعتیہ تعریف کی بنیادیں موجود ہیں۔

(12) حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کلام میں نبی اکرم ﷺ کی مدح کے بعد اہل بیتؑ کی تعریف بھی نمایاں ہے۔ اسی طرز پر الکمیت بن زید اسدی نے اپنی ہاشمیات میں اشعار کہے، اور اس مضمون کو ہم تفصیل سے بعد میں پڑھیں گے۔ اس کے ساتھ ہی دعبل کی " تائیہ" کا بھی مطالعہ کریں گے۔ یہاں یہ ذکر کرنا ضروری ہے کہ فرزدق کو بھی ایک ایسا موقع ملا جب اس نے نبی اکرم ﷺ اور ان کی عترت کی مدح کی۔ روایت کے مطابق، فرزدق نے اپنے بڑھاپے میں حج کیا، جب اس کی عمر ستر سال تھی۔ اسی سال خلیفہ ہشام بن عبدالملک نے بھی حج کیا تھا۔

جب ہشام نے لوگوں کے ہجوم میں علی بن حسین رضی اللہ عنہما کو طواف کرتے دیکھا تو پوچھا:

" یہ نوجوان کون ہے، جس کے چہرے کی روشنی آئینے کی طرح چمک رہی ہے، جس میں گویا قبیلے کی دوشیزائیں اپنے چہرے دیکھتی ہیں؟"

کسی نے کہا: ''یہ علی بن حسین رضی اللہ عنہما ہیں''۔

فرزدق نے اس موقع پر اشعار کہے:

هَذَا الَّذِي تَعْرِفُ البَطْحَاءُ وَطْأَتَهُ	وَالْبَيْتُ يَعْرِفُهُ وَالحِلُّ وَالحَرَمُ

یہ وہ شخصیت ہے جس کے قدموں کو بطحاء (مکہ کی سرزمین) جانتی ہے،

خانہ کعبہ، حل اور حرم سب انہیں پہچانتے ہیں۔

هٰذَا ابْنُ خَيْرِ عِبَادِ اللهِ كُلِّهِمُ ... هٰذَا التَّقِيُّ النَّقِيُّ الطَّاهِرُ الْعَلَمُ

یہ اللہ کے تمام بندوں میں سب سے بہتر کے بیٹے ہیں،
یہ متقی، پاکیزہ اور طاہر علمدار ہیں۔

هٰذَا ابْنُ فَاطِمَةٍ إِنْ كُنتَ جَاهِلَهُ ... بِجَدِّهِ أَنْبِيَاءُ اللهِ قَدْ خُتِمُوا

یہ فاطمہؓ کے فرزند ہیں، اگر تم نہیں جانتے،
ان کے جدّ پر اللہ کے انبیاء ختم کیے گئے۔

وَلَيْسَ قَوْلُكَ مَنْ هٰذَا بِضَائِرِهِ ... الْعُرْبُ تَعْرِفُ مَنْ أَنْكَرْتَ وَالْعَجَمُ

تمہارا یہ کہنا کہ یہ کون ہیں، انہیں نقصان نہیں پہنچا سکتا،
عرب اور عجم سب انہیں پہچانتے ہیں۔

إِذَا رَأَتْهُ قُرَيْشٌ قَالَ قَائِلُهَا ... إِلَى مَكَارِمِ هٰذَا يَنْتَهِي الْكَرَمُ

جب قریش انہیں دیکھتے ہیں، تو کہتے ہیں:
ان کی خوبیوں پر ہی کرم وسخاوت ختم ہوتی ہے۔

يُغْضِي حَيَاءً وَيُغْضَى مِنْ مَهَابَتِهِ ... فَمَا يُكَلِّمُ إِلَّا حِينَ يَبْتَسِمُ

یہ حیا کے باعث نظر جھکاتے ہیں، اور ان کی ہیبت سے دوسرے،
اور وہ بات نہیں کرتے مگر جب مسکراتے ہیں۔

يَكَادُ يُمْسِكُهُ عِرْفَانُ رَاحَتِهِ ... رُكْنُ الْحَطِيمِ إِذَا مَا جَاءَ يَسْتَلِمُ

گویا ان کی ہتھیلی کی پہچان کعبہ کا رکن بھی کرتا ہے،
جب وہ اسے استلام کرنے آتے ہیں۔

اللهُ شَرَّفَهُ قِدْمًا وَعَظَّمَهُ ... جَرَى بِذَاكَ لَهُ فِي لَوحِهِ الْقَلَمُ

اللہ نے ان کی پہلے ہی سے عظمت اور شرف عطا کیا،
یہ سب کچھ ان کے لیے لوحِ محفوظ میں قلم نے لکھ دیا۔

مَنْ يَشْكُرِ اللهَ يَشْكُرْ أَوَّلِيَّةَ ذَا ... فَالدِّينُ مِن بَيْتِ هٰذَا نَالَهُ الْأُمَمُ

جو اللہ کا شکر ادا کرے، وہ ان کی اولیت کا شکر بھی کرے،
کیونکہ دین اسی گھرانے سے آیا، جس نے امتوں کو ہدایت دی۔

فرزدق نے اس قصیدے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اہل بیت کی مدح کو عظیم عقیدت کے ساتھ بیان کیا۔ اس کے بعد ہشام بن عبدالملک نے ناراض ہو کر فرزدق کو قید کر دیا۔ لیکن حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ نے قید خانے میں فرزدق کے لیے بارہ ہزار

درہم بھیجے۔ فرزدق نے کہا:

''میں نے یہ قصیدہ اللہ کی رضا کے لیے کہا تھا، نہ کہ انعام کے لیے''۔

حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

''ہم اہل بیت جب کچھ عطا کرتے ہیں تو واپس نہیں لیتے''۔

یوں فرزدق نے یہ انعام بھی قبول کیا۔

اور اسی طرح اس عطیہ کو قبول کرنا رسولِ اکرم ﷺ کے نواسوں کی دیکھ بھال میں ادب کا ایک باب بن جاتا ہے۔

یہ کہا جا سکتا ہے کہ فرزدق کی جانب سے نبی ﷺ اور ان کے اہلِ بیت کی مدح گوئی نعتیہ شاعری میں سچائی کی ابتدا تھی۔ کیونکہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی مدائح اس زمانے میں کی گئی تھیں جب نبی ﷺ کی تعریف شاعر کے لیے فائدہ مند تھی، نقصان دہ نہیں۔

لیکن فرزدق کے زمانے میں نبی ﷺ اور ان کے اہلِ بیت کی تعریف کرنا مدح کرنے والوں کے لیے ایک خطرناک دروازہ کھولنا تھا، کیونکہ یہ تعریفیں بنوامیہ کے خلفاء کو پسند نہیں آتی تھیں۔

اور یہ کیوں پسند آتیں؟ یہ مدحیں تو ان کے مخالفین کے حق میں گواہی کے مترادف تھیں۔ بنوامیہ کے مخالفین کی سب سے بڑی دلیل ان کی رسولِ اکرم ﷺ سے قرابت تھی، تو نبی ﷺ کی تعریف کرنا ان معارضین کی شان کو بلند کرنے کے مترادف تھا۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ خلیفہ ہشام بن عبدالملک کس طرح غضبناک ہوا اور فرزدق کو قید کر دیا؟

اس کا مطلب یہ ہے کہ سیاست نے دین سے کسی حد تک علیحدگی اختیار کرنا شروع کر دی تھی۔ بنوامیہ کے خلفاء کی نظر میں رسول ﷺ اور ان کے اہلِ بیت کی تعریف بغاوت، شورش، اور ریاست کے خلاف خروج کے مترادف تھی۔ اس کی وجہ آسان ہے: علی بن حسین کا بنوامیہ کے ساتھ رویہ ویسا ہی تھا جیسا ان کے بعد شریف رضی کا بنوعباس کے ساتھ۔

شریف رضی نے کہا:

"رُدُّوا تُرَاثَ مُحَمَّدٍ رُدُّوا	لَيْسَ الْقَضِيبُ لَكُمْ وَلَا الْبُرْدُ"

(محمد ﷺ کی میراث واپس لوٹاؤ، نہ عصا تمہارا ہے، نہ رداء (چادر))

محمد ﷺ کی میراث میں سب سے اہم چیز مسلمانوں کی قیادت تھی، جو اہلِ بیت سے چھین لی گئی، پہلے بنوامیہ نے اور پھر بنوعباس نے۔

یہ بات اس صوفیانہ بہادری کو واضح کرنے کے لیے کہی جا رہی ہے جو فرزدق نے دکھائی، جب انہوں نے علی بن حسین کی مدح کی، خاص طور پر خلیفہ ہشام بن عبدالملک کی موجودگی میں۔ اور جب ان کو تحفہ دیا گیا تو تو اس تحفے کو مسترد کرتے ہوئے کہا:

''دحته لله تعالى لا للعطاء''، ''میں نے اللہ تعالیٰ کی خاطر آپ کی تعریف کی ہے، نہ کہ انعام کے لیے''۔

یہ بات کمیت کی یاد دلاتی ہے، جب جعفر بن محمد ان کے پاس عطیہ اور لباس لے کر آئے تو کمیت نے کہا:

’’خدا کی قسم! میں نے آپ سے دنیاوی محبت نہیں کی۔ اگر دنیاوی خواہشات ہوتی تو ان لوگوں کے پاس جاتا جن کے پاس دنیاوی وسائل ہیں۔ میں نے آپ سے محبت صرف آخرت کی خاطر کی۔ البتہ وہ کپڑے جو آپ کے جسموں کو لگے، ان کی برکت کے لیے قبول کرتا ہوں، لیکن مال نہیں قبول کروں گا‘‘۔

اگر ایسا عشق تصوف اور روحانیت نہیں، تو پھر یہ محبت اور وفاداری کی خواہشات کے درمیان کہاں کھڑا ہے؟

(13) ہم نے دیکھا کہ نعتیہ شاعری کیسے وجود میں آئی اور کیسے ترقی کی۔ ہم نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدح کیسے کی گئی، جیسا کہ شعرِ اعشیٰ اور کعب بن زہیر میں حاکموں کی مدح کی جاتی تھی۔ ہم نے یہ بھی دیکھا کہ حضرت حسان کے اشعار میں کچھ رحم اور شفقت کے ساتھ مدح کی گئی، اور حضرت علی بن ابی طالب کے خطبوں میں دینی رنگ میں مدح کی گئی۔ بعد کے شعراء نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدح اور اہل بیت کی مدح کو یکجا کرنا شروع کیا۔

اب یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ یہ فن چوتھی صدی ہجری میں اپنے عروج کو پہنچا۔ ہم اس کی جھلکیاں کُمیت، دِعبل، شریف رضی اور مہیّار الدیلمی کے اشعار میں دیکھیں گے۔

یہ تسلیم کرنا ضروری ہے کہ اس فن کے نکھار کی ایک اہم دلیل یہ ہے کہ ثعالبی نے اپنی کتاب سحر البلاغہ میں اس کا انتخاب کیا۔ یہ کتاب اپنے زمانے کی ادبی رجحانات کی عکاسی کرتی ہے۔ اس کا مواد کسی ایک مصنف یا شاعر سے نہیں بلکہ مختلف مصنفین اور شاعروں کی تحریروں سے لیا گیا ہے۔

یہاں قارئین کے لیے ان میں سے کچھ عبارتیں پیش ہیں:

خیرۂ خدا، اشرف نسل کا وارث، اور اعلیٰ مقام کا باشندہ۔ جو اپنی قوم کو اندھیروں سے روشنی کی طرف لے کر آیا، اور ان پر گرمی کے بعد سایہ لایا۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، اللہ کے نبی، اس کے منتخب، مخلوقات میں سب سے بہترین، زمین پر اس کی حجت، حق کی طرف رہنما، حکمت کا ابلاغ کرنے والے، اور ہدایت کے داعی۔

مبارک ہے ان کی ولادت، خوش نصیب ہے ان کا ماخذ۔ روشن ان کی صبح، منور ان کا چراغ۔ ان کی جنگیں کامیاب، ان کی مشکلات آسان۔ دنیا میں آخری نبی، قیامت کے دن سب سے پہلے یاد کیے جانے والے، اللہ کے ہاں سب سے زیادہ وزنی اور حجت و برہان میں سب سے واضح۔

نماز کے حوالے سے ایک اور طرز ملاحظہ ہو:

اللہ کی رحمت ہو محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر، جن کے ذکر سے دعائیں قبول ہوتی ہیں، اور جن پر درود و سلام بھیجنے سے خواہشات پوری ہوتی ہیں۔ اللہ کی رحمت ہو محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر، جو سب سے بہترین نبی اور افضل وارث ہیں۔

اس کے بعد، ثعالبی نے اہل بیت کی تعریف میں اقتباسات نقل کیے، جو اس بات کا ایک اور ثبوت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدح کے ساتھ ان کی عترت کی مدح بھی کی گئی۔ اس طریقہ کار کو شیعہ مختلف اسلامی خطوں میں رواج دیتے تھے۔ تاہم، یہ بھی دیکھنے کو ملتا ہے کہ جب شعراء فرقہ وارانہ جذبات سے آزاد ہو جاتے ہیں، تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدح کو ہی مخصوص کر دیتے ہیں، حالانکہ

شیعہ میں اخلاص کا عنصر غالب رہتا ہے۔

(14) قارئین نے یہ بھی دیکھا کہ نبی کریم ﷺ کی مدح میں کہا جانے والا سب سے قدیم قصیدہ نسیب سے شروع ہوا۔ یہ نعتیہ شاعری کی ایک عام روایت ہے۔ یہاں اس بات کا ذکر ضروری ہے کہ وہ غزل جو نعتیہ قصائد میں ابتدا میں آتی ہے، اس میں شاعر کو نہایت محتاط اور شائستہ ہونا چاہیے۔ ایسے اشعار میں اخلاقی حدود کا لحاظ رکھتے ہوئے قدیم مقامات کا ذکر ہوتا ہے جیسے سلع، رامہ، سفح العقیق، عذیب، الغویر، لعلع، اور اکناف حاجر، اور اس میں نوجوان لڑکوں کی خوبصورتی، بھاری کمر، پتلی کمر، سفید پنڈلیاں، سرخ رخسار، سبز گالوں اور اس قسم کے دیگر موضوعات کی تعریف کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔

یہ ادب اہلِ بیت کی مدح میں بھی نظر آتا ہے۔

ابن حجہ نے سری الرفاء پر تنقید کی کہ انہوں نے ایک قصیدے کے آغاز میں، جس میں انہوں نے فاطمیوں اور ان کے بعد نبی اکرم ﷺ کی مدح کی تھی، اس طرح کا تغزل کیا:

نَطْوِی اللَّيَالِيَ عِلْمًا أَنْ سَتَطْوِينَا فَشَعْشِعِيهَا بِمَاءِ الْمُزْنِ وَاسْقِينَا

(ہم جانتے ہیں کہ راتیں ہمیں لپیٹ لیں گی، تو انہیں بارش کے پانی سے نکھار دو اور ہمیں سیراب کرو)

وَتَوِّجِي بِكُئُوسِ الرَّاحِ رَاحَتَنَا فَإِنَّمَا خُلِقَتْ لِلرَّاحِ أَيْدِينَا

(شراب کے برتنوں کو ہماری راحت کی طرف موڑ دو، کہ ہمارے ہاتھ اسی کے لیے بنائے گئے ہیں)

قَامَتْ تَهُزُّ قَوَامًا نَاعِمًا سَرَقَتْ شَمَائِلُ الْبَانِ مِنْ أَعْطَافِهِ اللِّينَا

(وہ اٹھتی ہے اور اپنے نرم بدن کو جھٹکتی ہے، جس کے اطراف نے بان کے درخت کی خصوصیات چرا لی ہیں)

تُدِيرُ خَمْرًا تَلَقَّاهَا الْمِزَاجُ كَمَا أَلْقَيْتَ فَوْقَ جَنِي الْوَرْدِ نَسْرِينَا

(وہ شراب گھماتی ہے جو مزاج سے ملی ہوئی ہے، جیسے تم تازہ گلاب پر نسرین کے پھول ڈال دو)

فَلَسْتُ أَدْرِي أَتَسْقِينَا وَقَدْ نَفَحَتْ رَوَائِحُ الْمِسْكِ مِنْهَا أَمْ تُحَيِّينَا

(مجھے نہیں معلوم کہ وہ ہمیں شراب پلا رہی ہے یا مشک کی خوشبو سے ہمیں زندگی بخش رہی ہے)

ابن حجہ نے جن مقامات کی طرف اشارہ کیا، وہ عربی مقامات ہیں جو کسی نہ کسی حوالے سے مدینہ منورہ سے وابستہ ہیں۔ ان مقامات کے ذکر پر تغزل کے حوالے سے روک لگانا سختی ہے۔ شاعر کو حق ہے کہ وہ تغزل کرے اور اپنی سچائی کا اظہار کرے۔ مثال کے طور پر، امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے ذی سلم احباب کی طرف شوق کا اظہار کیا، حالانکہ بہتر ہوتا اگر وہ بلبیس یا فاقوس میں اپنے احباب کا ذکر کرتے۔

ابن حجہ کا عذر یہ ہے کہ اس طرح کا نسیب عموماً مدح کے لیے تمہید کے طور پر ہوتا ہے، اور ان خاص مقامات کا ذکر نعتیہ قصائد میں ہوتا ہے، جو براعتِ استہلال کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔